ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۶	شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء	شمارہ : ۸

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش.............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.............. سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ.............................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۵
حضرت عائشہؓ کی عمر اَور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۸
تقریب ختم بخاری شریف	مولانا محمد عابد صاحب	۲۴
ہے آج جدائی کی محفل ہم بزم رفیقاں چھوڑ چلے	محمد اَحسن خدامی، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۳۳
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۳۴
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۹
کیا تکافل کا نظام اِسلامی ہے؟	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدلواحد صاحب	۴۲
سلام بحضور خیر الانام ﷺ	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ	۵۳
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۴
شب براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور...		۵۷
دینی مسائل		۵۸
تقریظ وتنقید		۶۰
اخبار الجامعہ	محمد عامر اخلاق، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۶۲

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ کے لیے نیا V فون نمبر

V فون : 6152120 - 042

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

بہت سالوں سے ملک میں مہنگائی کے عفریت نے جو تباہی مچا رکھی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ امیر وغریب سب ہی اِس کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں مگر تنخواہ دار اور بہت چھوٹے کاروباری طبقہ کو اِس عفریت نے بالکل ہی بدحال کر ڈالا ہے۔ فوجی آمروں نے تو غریب عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہی تھے رہی سہی کسر پی پی اور مسلم لیگ (ن) کی منتخب حکومتوں نے پوری کر ڈالی۔ عوام سے ''مہنگائی توڑ'' کے نام پر ووٹ لینے والی حکومتوں نے فوجی آمریت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اپنے کواُن کا تابع فرمان بھی بنالیا، کیا مجال کہ منتخب عوامی حکومت فوجی آمر کی منشاء کے خلاف تنکا بھی ہلا سکے۔ مہنگائی ہو یا امریکہ نوازی ہو اپنے ہی مسلم عوام اور قبائل کے خلاف فوج کشی ہو یا ایجنسیوں کی طرف سے اُٹھائے جانیوالے لاپتہ اَفراد کا معاملہ ہو یا ججوں کی بحالی، پہلے کی طرح اَب بھی جوں کی توں ہی ہے بلکہ روز بروز اِنکی سنگینی میں شدت بڑھتی چلی جارہی ہے۔

فوجی اور عوامی حکمران ہمیشہ یہی بات کہتے رہتے ہیں کہ عالمی مارکیٹ میں تیل مہنگا ہوتا چلا جارہا ہے جبکہ اِس کی قیمت گرتی بھی رہتی ہے مگر قیمت گرنے کا نہ تو ذکر کیا جاتا ہے اور نہ ہی عوام کو اِس کا کوئی عملی فائدہ دیا جاتا ہے بلکہ جھوٹ کا سہارا لے کر ایک رَٹ لگائی جاتی ہے کہ تیل کی قیمت مسلسل بڑھ رہی ہے جبکہ دیگر ممالک کی حکومتیں اگر تیل کی قیمتیں بڑھاتی بھی ہیں تو دُوسری طرف روزگار کے منصوبے بنا کر زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع بھی عوام کو فراہم کرتی ہیں اور کم سے کم آمدنی میں اِضافے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ اِس

کے برعکس ہمارے ملک میں زیادہ سے زیادہ آمدنی والوں کی آمدنی زیادہ سے زیادہ کرنے کے منصوبے بنا کر غریبوں کا استحصال کیا جاتا ہے اور ہر استحصالی ضرب پر یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ اِس کا اثر غریبوں پر نہیں پڑے گا۔ دُوسری طرف اِنہی غریب عوام کی سیاسی بے شعوری کا یہ عالَم ہے کہ یہ پھر بھی اِن ہی خونخواروں کو ووٹ دے کر بار بار اپنے پر مسلط کرتے ہیں اِس سیاسی بے شعوری میں سندھ اور پنجاب کے عوام سب سے آگے ہیں یہی وجہ ہے کہ فوجی حکمران ہوں یا منتخب ہر کوئی جوابدہی کے خوف سے بے خوف ہو کر اِن کا مسیحا بنا ہوا ہے۔

ہم نے فروری کے انتخابات سے پہلے ہی اپنا یہ اَندیشہ ظاہر کر دیا تھا کہ جس قسم کی جذباتی فضاء ملک میں قائم کر دی گئی ہے اِس میں قوی امکانات ہیں کہ عوام بالخصوص پنجاب اور سندھ کے پہلے کی طرح اَب بھی اپنے ووٹ کا اَندھا استعمال کر کے سیاسی بے شعوری کا مظاہرہ کریں گے جس کے نتائج ملک وقوم کے لیے تباہ کن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اَب اپنے ہی ہاتھوں عوام نے ایسی اجتماعی خودکشی کر لی کہ بعد کو اُن پر رونے دھونے والا بھی کوئی نہ رہا۔

اَمیر ہو یا غریب جب تک اپنی سابقہ روِش کو ترک کر کے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سچّی توبہ کر کے اُن مذہبی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیں گے جن کا منشور ''اللہ کی مخلوق پر اللہ کا نظام'' ہے حالات بد سے بدتر ہی ہوتے چلے جائیں گے۔

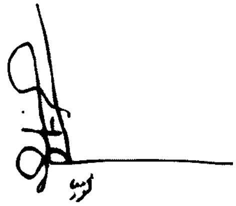

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

آیتِ مبارکہ کے اَوّلین مصداق حضرت امام اعظمؒ ہیں، قاضیوں کو علماء سے سیکھتے رہنا چاہیے
امام ابوحنیفہؒ کا عہدہ قبول نہ فرمانا دُرست تھا، امام ابو یوسفؒ کا قبول فرمالینا بھی دُرست تھا
انگریز اور مارشل لاء کا کوڑا بہت سخت ہوتا ہے، اِسلام میں کوڑا بہت ہلکا ہوتا ہے
متقی عالم اور مفتی بہت بڑا ولی ہوتا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 56 سائیڈ A 1986 - 03 - 07)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعین امابعد !

یہ روایت تو پہلے گزری ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو سورۂ جمعہ نازل ہوئی اَب سورۂ جمعہ میں ایک آیت آتی ہے **وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ** اور کچھ (لوگ) ایسے ہیں اِنہی میں سے وہ اَبھی تک اِن سے نہیں ملے یعنی بعد میں آنے والے ہیں۔ تو پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں جو اِسی درجے کے اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں گے اور اَبھی تک آئے نہیں آنے والے ہیں؟ تو فرماتے ہیں کہ سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے حاضر تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے اُوپر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان بہت دُور ہو جو نظروں سے بھی اُوجھل ہو جاتا ہے

فاصلہ بھی بہت ہوتو یہ ایسے لوگ ہوں گے لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَآءِ ۱؎ اِن میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جو اِس کی باریکی کو اور اُس کو پھر بھی حاصل کرلیں گے دُور سے بھی حاصل کرلیں گے۔ اَب اگر دیکھا جائے تو امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ کے ہیں امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی عرب ہیں مکہ مکرمہ کے اور امامِ احمد ابنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ عرب ہیں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بنتے ہیں فارسی علاقے کے، ائمہ میں اگر دیکھا جائے تو، اور ایسے لوگوں کو دیکھا جائے کہ جن کے پیروکار خواہ پوری دُنیا میں ہوں تو پھر وہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِس کا مصداق اوّل درجے میں بنتے ہیں۔

متقی عالم اور مفتی بہت بڑا ولی ہوتا ہے :

یہ حضرات بظاہر تو لگے رہتے تھے حدیثوں میں مسائل میں پڑھنے میں پڑھانے میں لیکن اِن کی سمجھ کی باریکی جو ہے وہ وہ ہے جو نورِ خداوندی سے پیدا ہوئی وی ہے تو اِس لحاظ سے جو میں نے بتایا تھا کہ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسے علماء کہ جن میں تقویٰ اور علم اور فراست وغیرہ جمع ہوں، بظاہر وہ علمِ ظاہر کے عالم نظر آتے ہیں کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں فتوے لکھتے ہیں پوری توجہ اِسی پر، دن اور رات لگے رہتے ہیں اُن کو یہ نہ سمجھو کہ وہ ولی نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کے ولی ہیں اور ایک قسم وہ ہے جو سب لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر کررہا ہے اللہ اللہ کررہا ہے تو اُسے تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ ولی ہے۔ ایک وہ آدمی جو دین کے کام میں منہمک ہے لگا ہوا ہے یکسوئی کے ساتھ اور متقی ہے متقی ہونا شرط ہے ورنہ تو مطالعہ کرے گا اور علم حاصل کرلے گا تقویٰ نہیں ہوگا تو کوئی فائدہ نہیں حاصل کرسکتا دین کو وہ بگاڑ کر رکھ دے گا نقصان کرے گا وہ دُوسروں کے لیے بھی گمراہی کا باعث بنے گا، یہ اہم ترین شرط ہے مفتی میں کہ تقویٰ ہونا ضروری ہے۔

قاضی کے اَوصاف :

قاضی میں بھی ہیں شرائط یہ کہ تقویٰ بھی ہو سمجھداری بھی ہو علم بھی ہو شجاعت بھی ہو، اگر اُس میں ہمت اور حوصلہ نہیں ہے تو ظالم کے خلاف فیصلہ دینے میں تأمل ہوجائے گا اور بھی اَوصاف ہیں سَؤُلًا عَنِ الْعِلْمِ جو چیز نہیں آتی وہ پوچھنے کے لیے جرأت ہونی چاہیے یہ بھی ایک طرح کی ہمت ہوتی ہے کہ آدمی اگر نہیں جانتا تو دُوسرے سے پوچھ لے ورنہ سمجھتا ہے کہ میری توبڑی توہین ہوجائے گی کیسے پوچھوں میں کسی اَور سے۔

۱؎ مشکوۃ شریف ص ۵۷۶

آیتِ مبارکہ کے اوّلین مصداق حضرت امام اعظمؒ ہیں :

تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِس کے سب سے اوّلین اور اعلیٰ ترین مصداق بنتے ہیں کیونکہ اُن کے پیروکار جو ہیں وہ دُنیا میں نصف سے زیادہ ہی ہیں پوری مسلمانوں کی آبادی کو اگر دیکھا جائے تو غالبًا نصف سے زیادہ ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ تین حصّے ہیں اور ایک حصّے میں باقی سب حضرات ہیں مالکی بھی شافعی بھی حنبلی بھی۔ آبادی کے لحاظ سے اگر مسلمانوں کی شمار کی جائے تو یہ تناسب بنتا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کی باریک بینی، عام آدمی سمجھتا ہے کہ اِن سے غلطی ہو رہی ہے :

اور خداوندِ کریم نے اُن کو اِسی قدر سمجھ عطا فرمائی تھی باریکیاں اور ایسی باریکیاں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ اِن سے غلطی ہو رہی ہے حالانکہ وہ غلطی نہیں ہوتی تھی وہ بالکل ہی صحیح ہوتا تھا وہاں تک عام سمجھ کا پہنچنا ذرا مشکل تھا۔ اُنہوں نے یوں ہی نہیں کیا کہ اپنے آپ ایسے کیا ہو بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی ایسے ہی بنایا اور جہاں دیکھا کہ اِن میں کمی رہتی ہے تو اُن کو تنبیہ کی ہے کہ اَبھی تمہارا علم نامکمل ہے، علم اَور حاصل کرو۔

امام ابویوسفؒ سامراجی نہ تھے، متقی نڈر اہلِ حق تھے :

امام ابویوسفؒ بہت بڑے آدمی گزرے ہیں اور اُس زمانے میں میری جو وکلاء اور دُوسرے مختلف الخیال (غیر مذہبی سیاسی) لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں تو وہ پتہ نہیں بادشاہ کے قاضی ہونے کے لحاظ سے اُنہیں کیوں بُرا کہتے ہیں حالانکہ وہ بہت بڑے متقی تھے۔ اُنہوں نے خَراج کے موضوع پر ہارون رشید کی فرمائش پر ایک جواب لکھا اُس کی جو تمہید ہے وہ بہت سخت ہے وہ خوشامدی آدمی تو لکھ ہی نہیں سکتا جو چیزیں اُنہوں نے لکھیں معلوم اُس سے ہوتا ہے کہ بالکل نڈر بے خوف ہو کر صرف خدا کا خوف سامنے رکھ کر لکھیں۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ہونا گوارا نہیں کیا اور اُس زمانے میں اُن کے ہم پلہ کچھ اَور حضرات بھی تھے اُنہوں نے بھی نہیں گوارا کیا مسعر بن کدام ہیں اور ایک اَور صاحب ہیں وہ سب کے سب۔

حضرت امام اعظمؒ اور دیگر ائمہ کا قاضی بننے سے اِنکار :

خلیفہ نے بلایا بھی اِن کو مگر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی کہ نہیں میں اِس قابل نہیں، اُس نے کہا نہیں یہ بات غلط ہے آپ اِس قابل ہیں، اُنہوں نے کہا کہ اگر میں نے آپ کے سامنے ہی غلط بات

کردی تو پھر میں اہل نہیں ہوں اِس بات کا واقعی، اور اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر سچ تو سچ ہے تو پھر تو اہل ہوں ہی نہیں، ایک اَور صاحب جو تھے وہ وہاں گئے تو وہاں جاکر ایسے بن گئے کہ جیسے کہ بعضے (مدہوش) ہوتے ہیں جنہیں کوئی تمیز ہی نہیں ہوتی ہوش ہی نہیں ہوتا بعض بچے اچھے ہیں فلاں ہیں فلاں ہیں اِس طرح کی باتیں (بے تکی جن کا) خلیفہ سے کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا کوئی طریقہ نہیں ہوتا ایسی باتیں کرنے کا، ایسی باتیں تو وہ کرے گا جو مخبوط الحواس ہو تو بادشاہ نے کہا نکال دو اِسے یہ تو اِس قابل ہے ہی نہیں کہ اِنہیں قاضی القضاۃ بنایا جائے، مقصد تھا جان بچانے کا طریقہ نکالنا، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی اختیار کیا۔

قاضیوں کو علماء سے سیکھتے رہنا چاہیے :

قاضیوں سے غلطیاں بھی ہورہی تھیں اُن قاضیوں کو یہ چاہیے تھا کہ وہ علماء سے رابطہ رکھیں جو مسئلہ نہیں سمجھ میں آیا وہ پوچھ لیں کہ کیا ہے؟ وہ غلطیاں جب ہوتی تھیں تو پھر امام صاحبؒ کو کوفت بھی ہوتی تھی مسائل بھی پہنچتے تھے کہ ایسے ہوگیا۔ ایک ابنِ ابی لیلیٰؒ ہیں امام ابو یوسفؒ نے بھی اُن سے پڑھا ہے اِن کے اُستاد ہیں، دُوسرے اُن کے اُستاد ابوحنیفہؒ ہیں۔

ابنِ ابی لیلیٰؒ کا غلط فیصلہ :

ابنِ ابی لیلیٰؒ نے ایسے کیا کہ ایک مجنون عورت تھی اُس کو حد لگادی، حد وہ لگادی جو تہمت لگانے کی ہوتی ہے۔ کسی کو اُس نے گالی دے دی تھی اور شاید کئی حدیں جمع کردیں دو آدمیوں کی تین آدمیوں کی حد لگادی مسجد میں۔ اَب یہ غلط بات ہوگئی بہت کافی غلطیاں اِس کے اندر ہوگئیں۔ اِس پر امام صاحبؒ نے کہا کہ یہ تو امام ہیں بہت غلط بات ہوگئی ایک تو یہ کہ مجنون جو ہے اُس پر تو حد ہوتی ہی نہیں پاگل پر تو حد ہوا ہی نہیں کرتی اُنہوں نے پاگل کو حد لگادی، ایک یہ کہ گالیاں اُس نے دی ہیں، کئی آدمیوں کو اگر دے دے کوئی گالی ایسی کہ تم حرام زادے ہو یا فلاں ہو تو کئی حدیں نہیں لگائی جائیں گی ایک ہی لگائی جائے گی یہ بھی غلطی اِن سے ہوئی اور جب مدعی تھا ہی کوئی نہیں تو پھر اُنہوں نے خبر پہنچنے پر کیسے لگادی حد، یہ غلطی اُن سے ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے حد لگانے کا کہ کوئی مدعی ہو دعویٰ کرے کہ اِس نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی ہے یہ لفظ کہے ہیں تو وہ دعویٰ کرے گا تو قاضی اُس کو کہے گا کہ گواہ بھی لاؤ، وہ گواہ لائے گا پھر فیصلہ دے گا، اگر کوئی گنجائش نہیں نکلتی تو پھر حد لگائے گا گنجائش نکلتی ہے تو تنبیہ کردے گا تعزیر کردے گا کوئی چھوٹی موٹی سزا دے دے گا۔ تو وہاں کسی نے دعویٰ بھی

نہیں کیا اور حد بھی لگادی تو ایک تو یہ کہ کئی حدیں لگادیں، بلادعوے کے لگادیں، پاگل پر لگادیں اور اُس کے کپڑوں کا بھی اُنہوں نے جو پردہ رکھنا چاہیے تھا اُس کی بھی نہیں کی پابندی، عورت کا پورا پردہ رکھا جائے گا اور ماری جائے گی۔

اِسلام کی نظر میں سزا کا مقصد :

اور مارنے سے مقصد سمجھ لینا چاہیے اِسلام کا اور انگریز کا۔ اِسلام کا مقصد تو ہے کہ ذرا توہین اُس کی ہو خوب اچھی طرح، یہ نہیں ہے کہ چمڑی اُدھیڑ دیں خون نکل جائے یہ نہیں ہے، بس ایک توہین کرنی ہے اور خدا کا ایک حکم ہے کہ اِس طرح اِہانت کرو اُس کی ذلیل کرو اُس کو چوٹ لگتی ہے چھوٹی موٹی تھوڑی بہت، ہاتھ کُھلے چھوڑ دیے باندھے نہیں جاتے وہ بچاؤ کرتا ہے ہاتھ سے کرتا رہے، اور ایک ہی جگہ ماریں یہ بھی نہیں ہوتا ایسے مارے کہ خون نکل آئے یہ بھی نہیں ہوتا، اگر کسی نے ایسے مارا ہے تو وہ جلاد صحیح نہیں ہے اُس کو اِس قابل نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ سزا لگا سکے حد نافذ کر سکے، اِس لیے جلاد پھر ہلکی لگائے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ خون نکل آئے خون نکل آئے گا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اُلٹا اُسے۔ تو مقصد ہوتا ہے ذلیل ہی کرنا ایک طرح سے، تو عورت کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے ویسے ہی لگادی جاتی ہے کوئی بہت مریض ہے اور حد فرض ہو چکی ہے ثبوت بھی مل گیا تو اُس کے لیے کھجور کا ایک گٹھا لیں گے جس میں سو شاخیں ہوں وہ ایک بار ماردیا جائے گا جیسے حضرتِ ایوب علیہ السلام کا قرآنِ پاک میں آتا ہے سورۂ صٓ میں کہ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِسی طرح اِس کا بھی کیا جائے گا تو اِسلام کا تو مقصد ہے یہ۔

انگریز کی نظر میں سزا کا مقصد :

انگریز کا مقصد یہ تھا کہ اِنہیں ایسی سزا دو کہ اِن کی کمر ہی سیدھی نہ ہو سکے اور چھ مہینے کے لیے لیٹے ہی رہیں اور کھال جو ہے وہ کبھی بھی ٹھیک نہ ہونے پائے، کوڑے تیس اگر لگ جائیں کسی کو جیل والوں کے، جیلر کو شاید تیس تک کا اختیار ہے چودہ پندرہ تک لگا سکتا ہے بہت ہی خاص کیس ہو تو تیس تک کا اختیار ہے۔ وہ کہتے ہیں تیس کوڑے اگر لگ جاتے ہیں تو وہ آدمی اُٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتا اگر وہ پیشاب کرنے کے لیے اُٹھ کر بیٹھے گا تو قدرتی طور پر آگے کو جھکتا ہے آدمی بیٹھنے کے لیے تو اُس کی کمر کے زخم کُھل جائیں گے۔

انگریز کے جلّاد :

مجھے ایک جیلر بتلا رہے تھے کہ کوڑے لگانے والے آئے، ساہیوال سے منگوائے گئے تھے ماہر، یہاں دونوں کے اَندر ماہر کا بھی فرق ہو گیا، اسلام میں ماہر وہ ہے کہ کوڑا بھی لگ جائے اور زخم بھی نہ ہو، (مگر اَنگریز کے) یہاں ماہر وہ ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ ضرب پہنچا سکے۔ جب تحریک چل رہی تھی ختم نبوت والی تو سردیاں تھیں لوگ آئے بستر سمیت تو دو ساہیوال سے آئے ہوئے تھے کوڑے مارنے والے ماہر، اُنہوں نے اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو اُنہوں نے کہا کہ اِس بستر پر مار کر دِکھاؤ تو اُنہوں نے اُس بستر بند پر مارا ایک کوڑا، تو بستر بند پھٹ گیا اندر شاید دَری تھی یا کیا چیز تھی وہ بھی پھٹ گئی۔ پھر جو بھی کپڑا ہوگا رضائی وغیرہ کا یا گدے کا وہ پھٹ گیا اور روئی تک وہ پہنچ گیا جب اُس نے ایسے اُٹھایا ہے تو روئی باہر آ گئی اور وہ پھٹ گیا، دُوسرے نے بھی مظاہرہ کیا تو اُس کا بھی یہی ہوا دونوں ہی کامل (وحشی) تھے، اَب یہ لوگوں کو کوڑے ماریں گے تو یہ تو انگریز والے کوڑے ہیں اِن کا تو تصور ہی اِسلام میں نہیں ہے جرم ہے یہ اِسلام میں ۔ یہ مارشلاء کا نام ہوتا ہے کہ مارشلاء کے کوڑے ہیں مگر مارشلاء میں بھی نہیں ہیں۔ مجھے ایک فوجی افسر ہیں بڑے اُنہوں نے بتلایا کہ فوج میں کسی فوجی کو کوڑے کی سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ ہے ہی نہیں قانون میں یہ [1] کورٹ مارشل جب کیا جائے گا کسی کا بھی تو اُسے فوج میں کوڑوں کی سزا دی ہی نہیں جاتی کیونکہ کوڑے وہاں قانون میں ہے ہی نہیں سرے سے۔ یہ تو انگریز کے ہیں نوآبادیات کے لیے غلاموں کے لیے۔ بات ابن ِابی لیلیٰؒ کی ہو رہی تھی اُن سے یہ ہوا۔ اچھا مسجد میں حد نہیں لگائی جا سکتی کسی کو، مسجد کے باہر لگائی جائے گی تو ایک دو تین نہیں چھ سات غلطیاں ہو گئیں تقریبًا، اَب اِس کا چرچا ہوا۔

حضرت امامِ اعظمؒ کی بادشاہ سے شکایت :

ابن ِابی لیلیٰؒ نے شکایت کی (غالبًا بادشاہ سے) کہ یہ نہ تو خود قاضی بنتے ہیں اور میں فیصلے دیتا ہوں تو تنقید کرتے ہیں مگر ابن ِابی لیلیٰؒ کو شکایت نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ امام اعظمؒ اور دیگر علماء سے پوچھتے رہنا چاہیے تھا مشورہ کرتے رہتے ملتے رہتے علمی بات ہوتی رہتی، بہرحال اُنہوں نے بادشاہ سے شکایت کردی ہوگی اِس طرح کی شکایتیں اَور پہنچ گئیں۔

---

[1] البتہ جب مارشلاء آتا ہے تو عوام پر فوج یہی کوڑے برساتی ہے۔

امام اعظمؒ کا سیاسی کردار :

بادشاہ کو خود بھی جلن تھی اِن (حضرت امام اعظمؒ) سے ایک طرح سے اور کچھ تھوڑا سا حصہ بغاوتوں میں لیتے رہے مثلاً یہ کہ فتوے دِیے ایک آدھ اُنہوں نے اِس طرح کے بنواُمیہ کے دور میں، بنوعباس نہیں بنواُمیہ کے دَور میں تو سیاسی تو تھے حصہ تو لیتے تھے۔ لڑائی میں تو شامل نہیں ہو سکے، لڑائی میں تو معذرت کر دی تھی کہ میرے پاس اَمانتوں کا بوجھ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو میں شامل ہوتا لڑائی میں۔ لوگوں کی اَمانتیں ہیں میں واپس کر نہیں سکتا تو بہت تھیں امانتیں کوئی چار کروڑ کے قریب تھیں۔ ایک کتاب ہے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی لکھی ہوئی ''امام اِعظم ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی'' وہ شاید یہاں مل بھی جاتی ہے اُس میں اِس طرح کے واقعات بھی جمع ہیں

امام اعظمؒ نے عہدہ قبول نہ کیا، امام ابویوسفؒ نے کرلیا، اِس کی وجہ؟ :

بہرحال وہ قاضی نہیں ہوئے امام ابویوسفؒ قاضی ہو گئے تو اُن کو یہ بُرا سمجھتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہ سامراجی ذہن کے تھے اور کیا تھے کیا نہیں تھے؟ معاذ اللہ اِس طرح کی باتیں کرتے تھے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ بات اَور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک حکومت جَم نہ جائے اُس وقت تک اگر کوئی آدمی اُس کو ووٹ نہ دے بیعت نہ کرے جیسے آج ووٹ ہے تو اُس کو اجازت ہے اِس کی، جب حکومت جَم جائے پھر نہیں۔ تو امامِ اعظمؒ سے جب منصور وغیرہ نے مطالبہ کیا تھا تو اُن کی قوت جمی ہوئی نہیں تھی ڈانواں ڈول تھی تو جب حکومت ڈانواں ڈول ہوتی ہے تو ہر حاکم یہ چاہتا ہے کہ دُشمن کو کُچلے، جتنا بھی کمزور ہو جائے دُشمن اُس کا نفع ہے، اُس کو کُچلنے کے لیے قانونی کارروائی اختیار کرتا ہے قانونی کارروائی کے لیے وہ قاضیوں کو استعمال کرتا ہے فلخالی نے ایران میں کتنوں کو مروایا ہے صاف کر کے رکھ دیا میدان، جتنے بھی بادشاہ کے چاہنے والے تھے اُن کا صفایا ہی کر دیا اَب کہیں جیل میں بچے کُچے تھے کوئی چھ سات سو آدمیوں کو ایک دم پھانسی دے دی، نہیں مان رہے ہوں گے نہیں باز آرہے ہوں گے کوئی چیز ایسی ہوگی بہرحال کئی سال بعد آکر اَب پھانسی دے دی اُنہوں نے، تو یہ کیفیت جب ہو تو اُس میں قضاء قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا یہ بات مان لی کہ جو بادشاہ کا منشاء ہوگا وہ ہم پورا کریں گے اُس کے مطابق فیصلہ دیں گے اور (حضرت امام اعظمؒ کے زمانے میں) بادشاہ جو آئے تھے وہ کوئی اِس وجہ سے نہیں آئے تھے کہ غلط کام ہو رہے تھے ہم آکر صحیح کریں گے، نہیں ایک بادشاہت تھی ایک دَور تھا وہ ختم ہوا تو بنوعباس آگئے، منصور کو کہا جاتا ہے'' سَفَّاکْ '' بڑا خون بہانے والا۔ تو اُس وقت وہ دَور تھا پھر

آیا ہے امام ابویوسف ؒ کا زمانہ وہ بعد کا دَور ہے اُس میں اُن کی حکومت جَم چکی تھی کوئی مخالف رہا نہیں تھا تو اُس دَور میں جب وہ آئے تو پھر (اُن کے ذریعہ) وہ سیاسی فائدہ اُٹھانا بے جا فیصلے کروانا اور ناحق فیصلے کروانا، یہ صورتِ حال نہیں تھی اِس کا خدشہ نہیں رہا تھا تو اُنہوں نے قبول کرلیا تھا۔ تو امامِ اعظم ؒ کا نہ قبول کرنا اپنی جگہ دُرست تھا اور امام ابویوسف ؒ کا قضاء قبول کرلینا اپنی جگہ دُرست تھا۔

امام ابویوسف ؒ پر اعتراضات مستشرقین کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے :

اور جو کہتا ہے کہ یہ متقی نہیں تھے یا غلط تھے یا سامراجی ذہن تھا وغیرہ یہ اُس کی گمراہی ہے بلکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ولائت میں امریکہ میں کینیڈا میں برطانیہ میں فرانس میں جو مستشرقین ہیں وہ جو اِسلام پر اعتراضات دماغوں میں ڈالتے ہیں اُن میں سے ایک وہم یہ بھی ہے جو دماغوں میں ڈال دیتے ہیں اور وہم کے سوا کچھ نہیں ہے، اب عام اِنسانوں بلکہ خاص لوگوں کو بھی اور جو انگریزی پڑھے ہوئے ہیں اُن کو بھی عربی کا کیا پتا کہ کیا لکھا ہے اِس کے اَندر، وہ کتاب الخراج دیکھیں یا اُن کی اَور چیزیں دیکھیں یا فتوے دیکھیں تو پھر پتا چلے گا۔

امام ابویوسف ؒ کا عدل تقوی اور معمولی بات پر پچھتاوا :

ایک فیصلہ تھا جو اُن کے پاس آگیا ہارون رشید ہی کے خلاف تھا دعویٰ، بلا لیا ہارون الرشید کو اُنہوں نے، آگیا وہ لیکن جب آیا تو اُسے ذرا اُنہوں نے آرام سے بٹھایا یا معاملہ کیا تعظیم کا اُس کے ساتھ ایک طرح سے برابری کا نہیں کیا وہ جو دعویٰ کر رہا تھا اُس کے برابر کا نہیں کیا۔ وہ کہتے تھے مجھے اِس کا افسوس ہے اور رہے گا کہ اُس وقت جب یہ کیس پیش ہوا تھا اُس میں میں نے ایسا معاملہ کیوں کیا کہ اُس کو بنسبت اُس کے بہتر جگہ دی کھڑے ہونے کے لیے یا بیٹھنے کے لیے یا گفتگو کے لیے اِس کا مجھے افسوس ہے فیصلہ تو اُنہوں نے صحیح دیا فیصلہ اُس (بادشاہ) کے خلاف ہی دیا مدعی کے حق ہی میں دیا، صرف معاملے کو وہ کہتے تھے کہ یہ روّیہ جو ہے بس مجھے اِس کا افسوس رہے گا کہ ایسے میں نے برابری کیوں نہیں کی۔ امامِ اعظم ؒ نے اِس بارے میں [1] بڑی محنت کی بہت زیادہ اور اُن کا فیض پھر بہت زیادہ چلا ہے یہ خدا کی طرف سے مقبولیت ہے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِس کے مصداق امامِ اعظم ؒ اَوّلین درجے میں بنتے ہیں اور سلمان فارسی ؓ بھی اور امام اعظم ؒ بھی فارسی ہی تھے یہ کابل کے رہنے والے تھے اِن کے والد یا دادا چلے گئے جاٹ برادری کے تھے جاٹ کو زوط کہتے ہیں عربی میں اور امامِ اعظم ؒ کے ساتھ زوطی لکھتے ہیں۔

---

[1] فقہی علوم کے ماہر تیار کرنے پر

شاگردوں پر جو محنت کی ہے اور تنبیہ کی ہے نہایت عمدہ طریقے سے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے امام صاحب گھر گئے اُن کو پوچھنے بیمار پُرسی کرنے اور ایک جملہ اُن کی زبان سے یہ نکل گیا کہ مجھے تو یہ توقع تھی کہ میرے بعد تم لوگ آؤ گے اور یہ علم کا کام سنبھالو گے۔ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کو پھر یہ خیال ہوا اور سچ مُچ بھی بہت بڑے فاضل ہو چکے تھے تو پھر جب صحت ہوگئی تو بجائے اِس کے کہ وہ امام صاحب کے پاس مجلس میں جا کر بیٹھتے اور مسائل سُنتے کیسے ہورہے ہیں کوئی آرہا ہے فتویٰ پوچھ رہا ہے وہ جواب دے رہے ہیں تو اُس سے اَنداز ہوتا تھا کہ یہ طریقہ ہے اِستنباط کا اور فلاں حدیث سے یہ مسئلہ اِنہوں نے لیا ہے اِس تربیت میں کمی رہ گئی تھی اُن کی۔ اُنہیں احساس نہیں ہوا کہ کمی ہے اُنہوں نے اپنا پڑھانا شروع کردیا۔

تنبیہ اور تربیت کا اَنداز :

کہیں امام صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا بات ہے اَب تک کیوں نہیں آنا شروع کیا اُنہوں نے، معلوم ہوا کہ وہ تو اپنے یہاں اِس طرح پڑھانے میں لگ گئے تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو اَبھی ٹھیک نہیں ہوئی بات۔ اُنہوں نے ایک طالب علم سے کہا کہ تم جاؤ وہاں اور اُن سے ایک مسئلہ پوچھو کہ ایک آدمی نے دھوبی کو کپڑے دِیے جب اُس سے لینے گیا تو اُس دھوبی نے کہا کہ نہیں دُھلے، وہ چلا آیا جب وہ چلا آیا تو وہ دھوبی کپڑے لے کر آگیا کہ جناب یہ کپڑے ہیں آپ کے۔ تو یہ بتاؤ کہ اُس کی اُجرت دینی ضروری ہے یا نہیں، واجب ہے یا نہیں؟ تو اگر امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ اُجرت دے دھوبی کی کیونکہ دھوکر لایا ہے تو کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ غلطی کی یا جواب صحیح نہیں دیا آپ سے غلطی ہورہی ہے۔ اور اگر وہ کہیں کہ اُجرت دینی واجب نہیں ہے تو بھی کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ یہ بھی غلط بات ہے یہ کہہ کر چلے آنا۔ اُس نے اِسی طرح کیا تو امام ابو یوسف پھر آئے امام صاحب کے پاس تو امام صاحب نے کہا کہ مَاجَاءَ بِكَ اِلَّا مَسْئَلَةُ الْقَصَّارِ تم جو آئے ہو یہ جو دھوبی کا مسئلہ ہے اُس کی وجہ سے آئے ہو۔ اُنہوں نے پوچھا کہ صحیح جواب کیا ہوگا؟ جواب تو دونوں ہوسکتے ہیں، جب دھوکر لایا ہے سیدھی سی بات تو یہی ہے کہ اُس نے دھوئے ہیں میلے تھے صاف کیے ہیں صابن لگایا ہے محنت کی ہے تو سیدھی سی بات تو یہی ہے جو پہلے میں نے جواب میں کہی تھی پھر جب اُس نے کہا کہ نہیں غلطی ہوئی ہے تم سے جواب میں، سوچا پورا نہیں ہے، پھر میں نے کہا واجب نہیں ہوئی پھر اُس نے کہا وہ بھی غلط ہے تو صحیح کیا ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ دھوبی سے پوچھا جائے گا اَنداز کیا جائے گا وہ اُس نے کس لیے

دھوئے ہیں، دھوبیوں کی پُرانی عادت چلی آرہی ہے کہ بڑھیا کپڑے رکھ لیتے ہیں کہیں برات ورات میں جانا ہوتا ہے تو وہ دھوکر پہن کر شرکت کر کے پھر آکر پھر دھوکر پھر مالک کو دے دیتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی تھی عادت۔

اب ایسی صورت میں مالک اور دھوبی میں اختلاف ہو جائے اور معاملہ عدالت میں آجائے تو یہ پوچھا جائے گا اُس نے دھوئے کس کے لیے تھے؟ اگر کہیں بارات ورات میں جانا تھا تو پھر تو بتائے کہ واقعی اُس کے لیے دھوئے تھے، نہیں تو پھر اُس سے قسم لی جائے گی کہ واقعی اُس نے اِسی کے لیے دھوئے تھے، اگر اِسی کے لیے دھوئے تھے تو اُس نے پہلے کیوں کہا تھا کہ نہیں دُھلے، پہلے جو اُس نے کہا نہیں دُھلے تو اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ چھپا رہا ہے دھو چکا ہے اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ کہیں بارات ورات میں دعوت میں جانا ہوگا وہاں کے لیے رَکھ لیے ہیں اُس نے کسی پارٹی میں جانے کے لیے، تو اگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے یاد نہیں رہا یا اِشتباہ ہوگیا تھا یا وہ گیا تھا پھر تو دیں اُس کی اُجرت واجب ہے ورنہ اُس نے اپنے لیے دھوئے تھے صاف نیت سے دھوئے ہی نہیں ہیں تو اُس کی اُجرت واجب نہیں ہوگی، یہی سزا بس کافی ہے اُس کے لیے کہ اُس کو اُجرت نہ دی جائے۔ تو گویا صحیح جواب جو ہوا اِس کا وہ یہ ہے۔

بہرحال اُنہوں نے اِس میں بڑی محنت فرمائی ہے کہ کسی بھی قسم کا مسئلہ کسی بھی اِنسان کو پیش آسکتا ہے تو اُس کا جواب دیا جائے تو کیسے دیا جائے، اِس کی مشق کرائی ہے اور کہاں سے دیا جائے جواب، اُس کے لیے کیا اُصول ہوں گے وہ اُصول بھی بنائے جائیں گے تو وہ بھی صحابۂ کرامؓ کے اُصول کی روشنی میں اور رسول اللہ ﷺ نے جس طرح کیا اُس کی روشنی میں بنائے جائیں گے قرآن وحدیث ہی سے۔

اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک آدمی اِتنا کام کیسے کرسکتا ہے اِتنی عمر میں جتنی عمر اِن کی ہے اُس میں اگر حساب لگایا جائے تو کیسے کرسکتا ہے وہ کام، سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی عمر میں برکت عطاء فرما دی تھی اور اُن کی کوئی چیز بھی زبان سے نکلی ہوئی بیکار نہیں گئی کارآمد ہوتی رہی اور خدا نے اُن کے اَوقات میں ایسی برکت دی کہ وہ لمبی عمر والوں کے برابر کام کرسکیں [1] اُس کے اندر اور اِس کے سواء کوئی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے آخرت میں اِن کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء........

---

[1] حضرت امام اعظمؒ کی عمر مبارک صرف ستر برس ہوئی، پیدائش ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ کسی ناقص کو چھوڑ کر کامل کو اِختیار کرنا ممنوع نہیں بلکہ یہی سمجھ کی بات ہے اور اَکابر نے ایسا کیا ہے۔

☆ بسط وقبض خلقتِ بشری کا تقاضہ ہے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

☆ شجرہ کا وِرد بہتر ہے جس وقت فرصت ہو، کرلیا جائے۔ نماز باجماعت اور تہجد کی مداومت نعمتِ الٰہی ہے اور ذکر کی مداومت حتی الوسع جی لگا کر نہایت ضروری ہے۔

☆ اِنسان کو توکل کرتے ہوئے سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی معیشت کے اَسباب دُرست کرنا اور خداوندِ کریم سے غافل نہ ہونا ضروری اُمور ہیں۔

☆ (یہ بات کہ) زن وشوہر کے تعلقات کے ساتھ اصلاحِ نفس محال ہے میں اِس کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ بیوی کے ساتھ خلوت بھی قلب و رُوح کو جِلا دیتی ہے۔

☆ فکرِ معاش اصلاحِ نفس میں رُکاوٹ پیدا کرتی ہے لیکن جو تجرد پر قادر نہ ہو تو لامحالہ اُس کو شادی اور باطنی اصلاح کے کام دونوں ہی سے مشغول ہونا پڑے گا۔

☆ تصورِ شیخ وسوسہ اور پریشان خیالات سے بچاتا ہے۔ تصورِ شیخ سے عجیب وغریب کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور شیخ کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

☆ ذکرِ جہری بہتر ہے بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے۔

☆ خطرات وسوسوں اور پریشان کن خیالات سے دل گیر نہ ہونا چاہیے نہ اِس سے گھبرا کر ذکر کو ترک کرنا چاہیے۔

☆ آخری شب میں نماز کے اندر قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا تزکیۂ قلب کے لیے سب سے مفید اور

مؤثر ہے خصوصًا اُس وقت جبکہ قراءت لمبی اور تفکر وتدبر کے ساتھ ہو۔

☆ خیالات سے گھبرا کر وظائف کو ترک نہ کیجیے۔ وسوسوں کا آنا ہر شخص کے لیے لازمی ہے۔

☆ میرے بھائی وسوسوں اور پریشان خیالات کی بنا پر کوئی وظیفہ ترک نہ کرو۔ کبھی کبھی یہ خوف اور وساوس نیک نتائج کا پیش خیمہ اور سبب بنتے ہیں۔

☆ عبادت پر اعتماد اور گھمنڈ کرنا خطرناک ہے۔

☆ مشق وتمرین جاری رکھیں تاکہ ذکر وفکر طبیعت ثانیہ بن جائے۔

☆ تصورِ شیخ تصوف کی اِبتدائی منزل ہے۔

☆ اگر ذکرِ جلی میں دشواریاں ہوں تو ذکرِ خفی پر اکتفاء کیجئے۔

☆ ذکر وشغل کا مقصد خوشنودیٔ رب اور شکر ہونا چاہیے۔

☆ مقصودِ حقیقی اور محبوبِ حقیقی کے سوا دُوسری طرف اِلتفات نہ کرو۔

☆ ذکرِ رُوحی قلب کی توجہ کا نام ہے۔

☆ ذکر کو طبیعتِ ثانیہ اور فکر کو صلوۃ دائم بنالیجئے۔

☆ تم اِس سے ہرگز پریشان نہ ہو کہ اثناءِ ذکر میں کیفیات کا ظہور نہیں ہوتا یا لذت نہیں محسوس ہوتی کیونکہ یہ مقصود نہیں ہے۔

☆ تصوف کا ضروری اور مضبوط اُصول جو کہ نفس پر شاق بھی ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ بدظنی اور دُوسروں کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے۔

☆ دفع وساوس اور خطرات کے لیے ''سورۃ الناس'' اکسیر ہے، روزانہ ایک سومرتبہ یا کم اَزکم چالیس مرتبہ مع خیال معنی پڑھ لیجئے۔

☆ جو الفاظ زبان سے یا قلب سے ''ذکرِ قلبی میں'' یا سانس کے ساتھ (پاس اِنفاس) میں نکلتے ہیں اُن کے معانی کا تصور قلب میں قائم رہے، یہ نہ ہو کہ زبان سے کچھ نکل رہا ہے اور قلب غافل ہے یا کسی دُوسری طرف متوجہ ہے۔

☆ واقعہ یہ ہے کہ ذکر کرتے کرتے جب چھوڑ دیا جاتا ہے تو قلب میں ایسی قساوت پیدا ہوجاتی

ہے کہ اُس کے بعد ذکر کرنے میں پہلی حالت زیادہ دنوں میں عود کرتی ہے۔ ہاں اگر اِنسان کے باطنی اجزاء ذکر سے پوری طرح رنگین ہو چکے ہوں تو پھر ترک کرنا مضر نہیں ہوتا۔

☆ ذکر کرتے وقت حتی الوسع حدیث نفس اور خیالاتِ دُنیا کو زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خدا کو منظور ہے تو اَثر ظاہر ہوگا۔

☆ ذکر پر مداومت کیجئے! لذت مطلوبِ اصلی نہیں ہے۔

☆ لطائف کا جاری ہونا مقصدِ اصلی نہیں، اگر منظورِ الٰہی ہے تو یہ اشیاء بھی حاصل ہو جائیں گی۔

☆ پاس اِنفاس کا مقصد یہ ہے کہ کوئی سانس آمدنی و رفتنی ذکرِ خداوندی سے خالی نہ ہو اور اُس کے ساتھ ذکرِ قلبی کا بھی رابطہ ہو۔

☆ سالک کو ذکر کی کیفیات اور یہ کہ وہ کس طریق کا ہے پوچھنا نہ چاہیے، مریض کو دوا کا استعمال ضروری ہے اُس کی کیفیت وغیرہ سے سوال کرنا لایعنی اَمر ہے۔

☆ اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے، وہ اِنسان بھی اِنسان نہیں جس کے دل و دماغ رُوح اور اعضاء رئیسہ محبوبِ حقیقی کے عشق و ولولہ سے خالی ہیں۔

☆ نماز میں کسی شخص کا تصور نہ فرمائیے بلکہ ضیاء القلوب میں نماز کے لیے طریقہ ذکر کیا گیا ہے اُس کو عمل میں لائیے، اِنشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

☆ ہمارے اسلاف پر نسبتِ چشتیہ ہی غالب ہے، اگرچہ دُوسرے طرق میں اُن کو اجازت ہے۔

☆ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر دل کو حاضر کر کے ذکر نہیں کیا جائے گا تو فائدہ مرتب نہیں ہوگا اگرچہ سالہا سال یہ عمل جاری رکھا جائے۔ میں بھی اِس اِرشاد کو بڑے درجہ تک تسلیم کرتا ہوں اگرچہ زبان کا ذاکر ہونا بھی ضرور بالضرور فائدہ رکھتا ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اُس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، ثوابِ ذکر مرتب ہوتا ہے اور زبان سے تعدی قلب تک ہوتی ہے جوارح اور رُوح کو بھی کچھ نہ کچھ انصباغ کی نوبت آتی ہے مگر واقعیت یہ ہے کہ یہ فائدہ اُس فائدہ کے مقابلہ میں جو دل لگنے پر ہوتا ہے کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ ہے۔

☆ ☆ ☆

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۵

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رض کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رح اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

محترمی! السلام علیکم

کراچی میں آپ کا گرامی نامہ مل گیا تھا۔ آپ کی کرم فرمائی کا بے حد ممنون ہوں۔ مولانا عبدالرشید صاحب سے اُن کے خط پر زبانی گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تحریر کروں گا۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رح سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح ورُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

آپ کے لیے گرامی نامے کا جواب اِرسال کررہا ہوں اُمید کرتا ہوں غور سے مطالعہ فرما کر اپنے خیالاتِ عالیہ سے مستفید فرمائیں گے۔

مولانا معراج الحق صاحب کی خدمت میں سلامِ مسنون

دُعا گو

نیاز احمد

حقانی مطب

بلاک نمبر 9 سرگودھا

23 نومبر ۸۰ھ

محترمی حضرت مولانا صاحب ! السلام علیکم

مندرجہ ذیل اُمور پر غور فرمائیے :

1۔ تمام محدثین نے ہشام بن عروہؒ کی روایتِ تزوج کو اصل روایت قرار دیا ہے۔ یہ روایت تین جملوں پر مشتمل ہے " نَکَحَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَبَنٰی بِهَا وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ . وَکَانَتْ عِنْدَهَا تِسْعًا اَوْ مَاتَ عَنْهَا وَهِیَ بِنْتُ ثَمَانِیْ عَشَرَةَ سَنَةً " تمام اَربابِ صحاح نے اِسے بیان کیا ہے کسی نے ترک نہیں کیا۔ امام بخاریؒ نے تو صرف اِسے ہی بیان کیا۔

2۔ اِس روایتِ ہشام بن عروہ کو اُن کے بارہ تلامیذ نے براہِ راست اُن سے نقل کیا ہے۔ صحاحِ ستہ میں اُن کے دس تلامیذ سے یہ روایت آئی ہے اور دو سے دُوسری کتبِ حدیث میں آئی ہے۔

3۔ اِس روایتِ تزوج کے بیان میں پہلے جز میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض سِتَّ سِنِیْنَ بیان کرتے ہیں اور بعض سَبْعَ سِنِیْنَ بیان کرتے ہیں۔ باقی دو جزو پر سب کا اتفاق ہے۔

4۔ اِس روایت کے بیان میں یہ بھی ہے کہ بعض پہلے دو جزو بیان کرتے ہیں اور آخر کا جزو ترک

کردیتے ہیں اور بعض آخر کے دو جزو بیان کرتے ہیں اور پہلا چھوڑ دیتے ہیں لیکن درمیان کے جزو "وَبَنٰی بِھَا" کو کسی نے ترک نہیں کیا۔

5۔ اِس روایتِ تزوج کی تائید میں ہشام بن عروہؒ کے علاوہ تین اور روایتیں صحاحِ ستہ میں حضرت عائشہؓ سے دُوسری اَسناد سے آئی ہیں اور مضمونِ روایت وہی ہے جو ہشام بن عروہؒ کی روایت کا ہے۔

ایک ابوسلمہ مدنیؒ عن عائشہؓ ہے، دُوسری اسودؒ بن یزید کوفی عن عائشہؓ ہے، تیسری ابوعبیدہؒ عن عائشہؓ ہے۔

6۔ اِس روایتِ ہشام بن عروہؒ کی تائید میں ایک روایت زہریؒ عن عروہؒ عن عائشہؓ ہے یعنی ہشامؒ عن عروہؒ نہیں ہے بلکہ زہری عن عروہ ہے۔ اِسی روایت میں " لُعَبُھَا مَعَھَا " کا اِضافہ ہے اور یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔

7۔ اِس روایت کو جس میں " لُعَبُھَا مَعَھَا " کا اِضافہ ہے اور کسی محدث نے قبول نہیں کیا۔

(ا) صحاحِ ستہ میں کسی اور نے اِسے قبول نہیں کیا اور حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں آئی تو ضرور کوئی علتِ قادحہ ایسی ہے جس کی وجہ سے کسی نے بھی اِسے قبول نہیں کیا۔

(ب) اصل روایتِ تزوج ہشام بن عروہؒ میں جو بارہ حفاظ سے منقول ہے اُس میں " لُعَبُھَا مَعَھَا" نہیں ہے۔

8۔ دیگر تائیدی روایات میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔

9۔ صرف مسلم والی روایت میں یہ جملہ " لُعَبُھَا مَعَھَا " ہے اُس روایت کی سند یہ ہے :

مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَؓ .

اِس روایت میں یہ جملہ حضرت عائشہؓ سے لے کر عبد بن حمید تک کسی کا بھی کہہ سکتے ہیں بظاہر تو یہی متبادر ہے کہ یہ جملہ خود حضرت عائشہؓ کا ہے اور نیچے کے راوی صرف ناقل ہیں۔

10۔ سند کے رجال نہایت معتبر اور ثقہ ہیں اور رجالِ صحیحین میں اِن کی ثقاہت پر اجماعِ اُمت ہے اِس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ روایت اُس اِضافے کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور یہ اِضافہ ثقہ نہیں بلکہ اِضافۂ ثقات ہے۔اور اِضافۂ ثقہ کے قاعدے سے یہ روایت کامل ہے اور باقی روایات ناقص اور نامکمل ہیں۔

11۔ تمام کتبِ حدیث میں یہ روایت ناقص نقل ہوئی ہے صحاحِ ستہ میں اور غیر صحاح میں۔

12۔ صرف امام مسلمؒ کو تمام محدثین میں یہ توفیق ہوئی ہے کہ وہ تلاش کر کے ایک معتمد سند سے یہ کامل روایتِ عائشہؓ بیان کر سکے ورنہ اُمت اِس کامل روایت کی سعادت سے محروم ہو جاتی اور ایک کامل روایت ہی ناپید ہو جاتی۔

13۔ دُوسرے تمام محدثین نے اِس قدر تعصب برتا کہ اِس کامل روایت کو کسی سند سے بھی اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا اور اشاعتِ حدیث کے فرض سے غافل رہے۔

14۔ صحاح کے تمام مصنفین تیسری صدی کے روایت میں اور تقریباً ہم عصر میں امام مسلمؒ کی کتاب امام بخاریؒ اور امام دارمیؒ کو چھوڑ کر سب کے سامنے تھی کسی نے بھی اُس کا تتبع نہیں کیا بعد کے محدثین نے اِسے درخورِ اِعتناء خیال نہیں کیا مثلاً بیہقی، حاکم وغیرہ۔

15۔ آپ کے بیان کردہ اُصولوں کو اگر بنیاد بنا لیا جائے تو کسی روایت پر گفتگو ہو ہی نہیں ہو سکتی ہر روایت کو مِنْ وَعَنْ تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ اَصح سند سے منقول ہے۔

16۔ اہلِ علم کے لیے اِس قسم کا استدلال ناتسلی بخش ہے۔جب احکام کی روایات پر درایۃً وسندًا علماء بحثیں کرتے ہیں اور اپنے مسلک کے خلاف اُن کے اَدِلّہ کو مجروح قرار دیتے ہیں تو کیوں سِیَر کے درجے کی غیر منقح روایات میں غور وفکر کرنا ہی چھوڑ دیں۔

17۔ امام طحاویؒ نے مسِ ذکر کی بحث سے ثابت کیا ہے کہ زہری مدلس ہے۔عروہ خود مدلس ہے ہشام بن عروہ بھی مدلس ہے اور ہشام نے یہ روایتِ مسِ ذکر اپنے باپ سے نہیں سُنی کسی اور سے سُنی اور اُسے

درمیان سے نکال کر تدلیسًا اپنے باپ سے بیان کرنی شروع کردی۔ مس ذکر والی روایت ثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّھْرِیْ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ بُسْرَۃَ ؓ سے منقول ہے۔امام طحاوی نے اِس سند کا اِنقطاع ثابت کیا ہے اور لکھا کہ ''زہری نے یہ روایت عروہ سے نہیں سُنی اور عروہ نے بُسرہ سے نہیں سُنی (بلکہ بُسرہ اور عروہ کے درمیان مروان یا شُرطیِ مروان ہے۔زہری اور عروہ کے درمیان عبداللہ بن ابوبکر ہے''۔تو یہ روایت صحاح میں آنے کے باوجود منقطع ، نا قابل استشہاد اور ساقط الاعتبار ہے۔

18۔ مزید وضاحت کے لیے یہ عرض ہے (اگرچہ واقع میں میرا اِستدلال اِس سے مختلف ہے) حضرت عائشہؓ سے اِس روایت کو بیان کرنے والے چار راوی ہیں: (1) اَسود (2) ابوعبیدہ (3) ابوسلمہ (4) اور عروہؒ۔ پہلے تین رُواۃ سے صحاح میں یہ روایت آئی ہے اُس میں '' لُعَبُھَا مَعَھَا '' نہیں ہے۔عروہؒ سے بیان کرنے والے دوراوی ہیں ہشام بن عروہؒ و اِبن شہاب زہریؒ۔ ہشام بن عروہؒ سے بیان کرنے والے بارہ حفاظِ حدیث ہیں اور اُن سے آگے بیان کرنے والے بیشمار ہیں اور دو تو امامِ مسلک ہیں، امام شافعیؒ اور امام احمد۔ اِن کی کسی روایت میں '' لُعَبُھَا مَعَھَا '' نہیں ہے۔

19۔ زہری سے جو روایت منقول ہے اُس میں '' لُعَبُھَا مَعَھَا '' ہے مگر اُس سند کی کیفیت یہ ہے کہ زہری کے بیشمار تلامیذ ہیں مگر اُن سے یہ روایت صرف معمر نے سُنی ۔آگے معمر کے بیشمار تلامیذ ہیں مگر اُن سے یہ روایت صرف عبدالرزاق کو حاصل ہوئی۔ عبدالرزاق کے بہت تلامیذ ہیں جیسے امام احمد مگر اُن سے عبدِ حمید نے حاصل کی اور اِس کے بعد امام مسلم نے لی۔عروہ سے لیکر نیچے تک واحد عن واحد راوی ہے۔

20۔ تعجب ہے عروہؒ نے اپنے بیٹے کو جو روایت بیان کی وہ ناقص بیان کی اور زہری سے جو بیان کی کامل بیان کی اور واقع میں زہری کا عروہ سے نہ لقاء ثابت ہے نہ سماع۔محدثین کا اِس پر اِتفاق ہے کہ عروہ سے زہری کا نہ لقاء ثابت ہے نہ سماع اِس لیے زہری کی عروہ سے ہر روایت منقطع ہوتی ہے۔

21۔ زہری کے دس تلامیذ معروف و مشہور ہیں اُن میں معمر نہیں ہیں۔زہری نے اپنے معتمد تلامیذ کو اِس روایت سے محروم رکھا ایک غیر معروف تلمیذ ـــــــ معمر کو نواز دیا۔

22۔ پھر آگے معمر نے یہ روایت اپنی کتاب جامع میں درج نہیں کی اور اِس کے علاوہ اُن کی کوئی کتاب ہے ہی نہیں پھر اُن سے صرف عبدالرزاق کو ملی، عبدالرزاق سے امام احمد اور دُوسرے محدثین نے روایات لی ہیں اور بیان کی ہیں مگر یہ روایت اُن کے کسی معروف تلمیذ سے منقول نہیں ہے۔

23- عبدبن حمید کی پیدائش ۱۸۵ھ ہے۔ اُنہوں نے عبدالرزاق سے عَلٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ سُنا جبکہ وہ نابینا اور نا قابلِ اعتبار تھے۔ اَلثِّقَةُ یُرْسِلُ تَارَةً وَّیُسْنِدُ اُخْرٰی بھی یہاں نہیں ہے کیونکہ عبدالرزاق اپنی کتاب "مُصَنَّفْ" میں مرسل بیان کریں جو روایت کی ناقص حالت ہے اور وہ اُس وقت تندرست تھے اور تلمیذ کو موصول بیان کریں جبکہ وہ نابینا تھے۔

1/24۔ پھر جبکہ ہشام بن عروہ کی روایت کی بارہ حفاظ سے موصول اِس اِضافے کے بغیر منقول ہے اِن حالات میں اِس روایت پر شاذ کا حکم لگ سکتا ہے۔

2/24۔ میرے نزدیک زہری اِس سے واقف ہی نہیں تھے کہ حضرت عائشہ کا نکاح کم عمری میں ہوا ہے۔ روایتِ تزوج میں زہری زیرِ بحث نہیں ہیں کیونکہ اُن سے یہ روایت میرے نزدیک منقول ہی نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے اِس مضمون کو اپنی محبوب سند سے متعلق کیا ہے معمر اور زہری اِس روایت سے بے خبر ہیں۔

25۔ خلاصہ بحث : حضرت عائشہؓ اور عروہ اِس اِضافے سے بے خبر ہیں کیونکہ عبدالرزاق والی سند کے علاوہ کسی سند سے یہ اِضافہ منقول نہیں ہے۔ امام زہری اُس روایت سے بے خبر ہیں کیونکہ اُن کا کوئی تلمیذ روایتِ تزوج کو اُن سے بیان نہیں کرتا۔ کسی حدیث کی کتاب میں روایتِ تزوج اُن سے منقول نہیں ہے معمر بھی اِس روایت سے بے خبر ہیں کیونکہ اُن کی کتاب جامع معمر میں یہ روایت نہیں ہے۔ نیز اُن کا کوئی تلمیذ اُن سے یہ روایت بیان نہیں کرتا کسی حدیث کی کتاب میں اُن سے یہ روایت مذکور نہیں ہے۔ عبدالرزاق کی اپنی کتاب "مُصَنَّفْ" میں معمر کے واسطے سے یہ روایت مذکور ہے لیکن مرسل عروہ کے طور پر مذکور ہے پھر آگے عبدالرزاق کے تلامیذ میں سے عبد بن حمید کے علاوہ کوئی اِسے بیان نہیں کرتا۔ (جاری ہے)

تقریب ختمِ بخاری شریف

جامعہ مدنیہ جدید میں تقریب ختمِ بخاری شریف کی مختصر رُوداد

﴿ بقلم : مولانا محمد عابد صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

ختمِ بخاری شریف کی تقریب کا انعقاد ۱۶؍رجب المرجب مطابق ۲۰؍جولائی بروز اتوار بعد نمازِ عصر جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامدؒ میں ہوا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر مختصر بیان فرمایا اور دُعاء فرمائی۔

اِس موقع پر جامعہ کے اَساتذہ، طلباء اور بڑی تعداد میں بیرونی اور مقامی حضرات نے شرکت فرمائی اِس تقریب کا باقاعدہ آغاز جامعہ کے متعلم اَحسن خدامی صاحب کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ تلاوتِ قرآن پاک کے بعد جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل میواتی برادران نے ہدیہ نعتِ رسول مقبول پیش کی۔

ہدیہ نعت کے بعد فاضل جامعہ مدنیہ جدید میواتی برادران نے ایک بار پھر جامعہ مدنیہ جدید پر اپنی تخلیق کردہ مشہور دُعائیہ نظم ''خدایا پڑھنا قبول کرلے، ہمارا پڑھنا قبول کرلے'' نہایت پُرسوز اَنداز میں پڑھ کر حاضرین سے دادِ تحسین لی۔

اِس کے بعد جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم تعلیمات و اُستاذ الحدیث حضرت مولانا خالد محمود صاحب مدظلہم نے مختصر بیان فرمایا۔ بعد اَزاں جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم نے بیان فرمایا۔ آپ نے اپنے بیان میں اَکابرین کی رفعتِ شان کے سلسلہ میں ترغیبی واقعات سُنائے۔ علماء و اَکابر کے اَدب واحترام پر زور دیا اور علم سیکھنے کی ترغیب دی۔

اِس کے بعد حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کے پوتے اَحسن خدامی متعلم جامعہ مدنیہ جدید نے اَلوداعی نظم ''ہے آج جدائی کی محفل ہم بزمِ رفیقاں چھوڑ چلے'' پڑھی۔

آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر حدیث وعلمِ حدیث کی فضیلت اور موجودہ حالات سے متعلق مختصر بیان اور اِختتامی دُعاء فرمائی۔

اِس موقع پر جامعہ مدنیہ جدید اور الحامد ٹرسٹ کی تین سالہ کارروائی پر مشتمل کتابچہ اور خانقاہِ حامدیہ کی طرف سے ایک کتاب ''نبوی لیل و نہار'' تقسیم کی گئی۔

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ مدنیہ جدید اور اساتذہ کرام و دیگر منتظمین و اَراکینِ جامعہ اِس پُر وقار تقریب کی کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جلسہ گاہ میں ہر طرح کا حسنِ انتظام تھا۔ پارکنگ کی جگہ، اِستقبالیہ، سٹیج کی خوبصورتی اور اِس کے اُوپر حاضرین کے بالمقابل عقیدۂ حیاۃ النبی ﷺ کی اَحادیث پر مشتمل جہازی سائز کا بینر آویزاں تھا۔ سٹیج کے دائیں بائیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرتِ اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظاتِ عالیہ پر مشتمل بینرز آویزاں تھے۔ اَلغرض ہر چیز سے اِنتظام کی حسن و خوبی جھلک رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ اِس اِدارے کی اور تمام دینی مدارس و مکاتب کی حفاظت فرمائے اور اِن کی تمام دینی و ملی خدمات کو قبولیت سے سرفراز فرما کر مزید کی توفیق عطاء فرمائے، آمین بحرمۃ خاتم النبیین ﷺ۔

﴿ بیان شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ یُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاھِدٌ اَلْقُسْطَاسُ اَلْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَّۃِ وَیُقَالُ اَلْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَھُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَھُوَ الْجَائِرُ (وَبِہٖ قَالَ) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَشْکَابَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (وَعَنْھُمْ) قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ.

بخاری شریف کی اِس آخری حدیث کا سند اور متن پڑھا گیا اور اِس کے ساتھ ہی اِختتامِ بخاری ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُس کے احسان سے آپ ''مستند عالم'' بن گئے۔ اللہ تعالیٰ اِس علم پر جس کو آپ

نے حاصل کیا عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اُس کو قبول فرمائے۔

یہ علوم جو قرآن اور حدیث کے علوم کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اِن علوم کو ایسی برتری عطا فرمائی ہے اور ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ دِن بدن اِس میں کمی کے بجائے اِس کی اہمیت اور اِس کی ضرورت اور اِس پر لوگوں کا ایمان و اِیقان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ جو علوم ہیں یہ سدھا بہار علوم ہیں اِس کے علاوہ جتنے بھی علوم ہیں جو دُنیاوی علوم کہلاتے ہیں عصری علوم کہلاتے ہیں سائنسی علوم کہلاتے ہیں چاہے وہ میڈیکل سائنس ہو، چاہے وہ فلکیات کی سائنس ہو، چاہے وہ زمینی سائنس ہو، چاہے آسمانی سائنس ہو، سارے علوم سدا بہار نہیں ہیں۔ صرف یہ علوم ایسے ہیں کہ یہ علوم سدھا بہار ہیں اور اِن کا باقی رکھنا اور اِن کو پڑھنا اور پڑھاتے رہنا اور سیکھنا اور سکھاتے رہنا یہ اُمت کے ایک طبقہ پر ہمیشہ سے فرض رہا ہے اور فرض رہے گا، کبھی بھی اُمت اِس عمل سے سبکدوش نہیں ہو سکتی بلکہ حالات میں مذہبی اِعتبار سے جتنی سنگینی آئے گی اِس کی فرضیت اُتنی شدید ہوتی چلی جائے گی بڑھتی چلی جائے گی۔

یہ علوم جو آپ نے پڑھے بخاری شریف میں یا اور حدیث کی کتابوں میں اِس میں جو بھی چیز آپ نے پڑھی ایک تو وہ مضمون ہوتا ہے جو آپ پڑھتے ہیں جسے ہم اپنی اصطلاح میں ''متنِ حدیث'' کہتے ہیں اور عام زبان میں کہا جائے گا مضمون کہ اِس میں ایمانیات بیان ہو رہی ہیں، اِس میں اعتقادیات بیان ہو رہے ہیں، اِس میں عبادات بیان ہو رہے ہیں، اِس میں معاملات بیان ہو رہے ہیں، اِس میں جہاد کا بیان ہو رہا ہے، اِس میں صلوٰۃ کا بیان ہو رہا ہے، یہ مضامین بیان ہو کر پھر اِن کی مرادات بیان ہوتی ہیں کہ اِس میں سے اِس کی مراد کیا ہے؟ یہ جو نماز سے متعلق حدیث آرہی ہے اِس کا ایک تو مضمون ہے اِس کے ایک الفاظ ہیں ایک مضمون ہے ایک اُس کی مراد ہے، اسی طرح جہاد کے بارے میں جو حدیث آرہی ہے حضرت محمد رسول ﷺ سے اُس کے ایک الفاظ ہیں ایک اُس کا مضمون و معانی ہیں اور ایک اُس کی مراد ہے تو کئی مرادوں میں سے کونسی مراد آگے چلے گی کونسی مراد مقصود ہے اور کونسی مراد پر آگے اَحکام چلیں گے۔

اِسی طرح اعتقادیات ہیں اِسی طرح معاملات ہیں کہ معاملات کے بارے میں ایک الفاظِ حدیث ہیں اور ایک معانی ہیں تو یہ الفاظ اور معانی اور اِن کی مرادیں ہیں۔ یہ حدیث کے جو علوم ہیں یہ سارے کے سارے مستند اور معتبر ہیں۔ اِن سارے الفاظ کو اور اِن سارے معانی کو اور اِن کی مرادوں کو آپ نے مستند

بیان کر دیا تب تو یہ مستند علم کہلائے گا اور اگر یہ بات آپ نے بیان کر دی تو یہ بات مستند نہیں کہلائے گی۔ اور اگر کوئی با قاعدہ کسی اُستاد کے پاس اِن الفاظ کو بھی پڑھتا ہے اِن کے معانی بھی سمجھتا ہے اُن کی مرادات کی تعیین بھی کرتا ہے تو یہ ''مستند عالم'' کہلائے گا اور اِس کی بات معتبر ہوگی۔ اِس کا مطلب ہوا کہ آج آپ الحمدللہ مستند عالم بن گئے۔ مستند عالم کا مطلب ہے کہ آپ نے جتنے الفاظِ حدیث پڑھے یا سُنے اِن کے معانی اور مرادات سمجھیں یہ ساری کی ساری حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے اِن اِن اساتذہ کے واسطے سے آپ تک پہنچیں تو یہ ہوا ''مستند عالم'' اور اگر کوئی اپنے مطالعہ سے اِن چیزوں کو سمجھتا ہے کتاب کو پڑھ لیا سمجھ لیا اور مسئلہ بیان کر دیا تو علم تو ہے وہ لیکن وہ علم مستند نہیں ہے، مسئلہ ہے وہ بتا دیا لیکن وہ مسئلہ معتبر نہیں ہے جس نے یہ بات بتائی اُس نے وہ حدیث نقل تو کر دی لیکن وہ عالم نہیں ہے وہ ''ناقل'' ہے۔ ایک ہے ''عالم'' ایک ہے ''ناقل''۔ اِس لیے علم وہی معتبر ہے مسئلہ وہی معتبر ہے معنٰی وہی معتبر ہے مرادیں وہی معتبر ہے جو مستند بھی ہوں۔ اگر یہ ساری چیزیں کوئی بیان کرے معانی بھی بیان کرے مرادیں بھی بیان کرے الفاظ بھی بیان کرے لیکن اگر وہ مستند نہیں ہے تو اُس کا کوئی وزن نہیں ہے۔

اِسی وجہ سے دینی مدارس کا قیام ہر دَور میں ہمیشہ رہا اور ہمیشہ رہے گا اِنشاءاللہ اِس لیے کہ یہ علم مستند ہے اور اِس کی اِستیناد برقرار ہے کیونکہ جب تک یہ مستند رہے گا یہ معتبر اور وزنی اور تمام علوم پر حاوی اور برتر رہے گا اور اگر خدانخواستہ اِستیناد نہ رہا تو یہ ایک یتیم علم بن جائے گا کوئی بھی علم ہو وہ یتیم بن جائے گا۔ تو جتنے علوم ہیں دُنیا کے یا جو بھی ہیں بغیر سند کے وہ یتیم علم ہیں وہ بے سہارا علم ہیں کوئی معتبر سایہ اُن پر نہیں ہے لیکن یہ جو علم ہے جو علومِ دینیہ ہیں یہ معتبر علم ہیں یہ وزنی علوم ہیں اور یہ مستند علوم ہیں۔ اِسی وجہ سے بہت سے جو اِسلامی سکالر کہلاتے ہیں اور عام دُنیا اُن کو عالم سمجھتی ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں علماء اُن کا رد کرتے ہیں مثلاً مودودیت ہے پرویزیت ہے اَسراریت ہے اِسی طرح نائیک ہے غامدی ہے، یہ سارے علوم جو یہ بتلاتے ہیں یہ ناقل ہیں عالم نہیں ہیں یہ علم کی جو بات نقل کرتے ہیں چاہے وہ حدیث کی ہے لیکن وہ مستند نہیں ہے جب تک اِستیناد نہیں ہوگا وہ معتبر نہیں ہوگی اُس اِستیناد کی وجہ سے جو برکات ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر سے ہر وقت اُس وقت سے آج تک اور قیامت تک جاری وساری ہیں اور رہیں گی اُس کو اُن برکات سے حصہ نہیں ملا ہوتا وہ اُس سے محروم ہوتا ہے لہٰذا اُس کا علم بے برکت ہوتا ہے اور جو با قاعدہ اِن کو پڑھتا ہے اور سیکھتا ہے

اور اُستاد کے پاس جاتا ہے اُس کا علم مستند ہوتا ہے گویا وہ اَنوار جو آپ ﷺ کے قلب اَطہر سے نکل رہے ہیں براہِ راست اِس کے قلب پر پڑھ رہے ہیں اُس نے اِس کے قلب کو منور کیا ہوا ہے لہٰذا اِس کا علم معتبر ہو گیا۔

اِس وجہ سے علماء عوام کو ایسے لوگوں کی جو (غیر مستند) محققین ہیں یا اِسلامی اسکالر کہلاتے ہیں اُن کے طرف رجوع کا نہیں کہتے۔ اُن کے فتوے کو چاہے وہ صحیح بھی کہہ دیں معتبر نہیں مانتے کیونکہ اُن سے بہتر فتویٰ دینے والے مستند علماء موجود ہوتے ہیں۔ اور یہ آپ دیکھیں ایک چیز تجربے کی اور مشاہدے کی کہ بیشک اِن کا حلقہ وسیع ہو جائے ایسے لوگوں کا جن کے میں نے نام لیے لیکن آپ یہ دیکھیں گے کہ اِس حلقہ کو علماء کی قبولیت حاصل نہیں ہوگی علماء میں معتبر نہیں ہوں گے اور جو اِس حلقہ سے جتنا زیادہ قریب وابستہ ہو جائے گا وہ علماء سے چڑتا رہے گا چڑنے لگے گا۔ یہ کس چیز کی نشانی ہے؟

یہ اِس بات کی نشانی ہے کہ اگرچہ اِس نے علم تو حاصل کیا ہے لیکن یہ علم کی اُن برکات سے محروم ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قلبِ اَطہر سے پھیل رہی ہیں۔ تو صرف علم حاصل کر لینا کمال نہیں ہے صرف عالم بن جانا معتبر نہیں ہے ورنہ شیطان سے بڑا تو ہم میں سے کوئی بھی عالم نہیں ہے شیطان تو بہت بڑا عالم ہے وہ محدث بھی بہت بڑا ہے وہ ساری چیزیں جانتا ہے اِن چیزوں کو سمجھتا ہے عقلمند بھی بہت ہے عقل اُس کی بہت زیادہ ہے بہت شاطر بڑا چالاک ہے اور اللہ نے اُس کو پھر ڈھیل بھی دے دی ہے رسی بھی ڈھیلی کی ہوئی ہے اُس کی تو وہ بھی عالم ہے لیکن اُس کا علم مستند نہیں ہے اُس کا علم معتبر نہیں ہے اُس کا علم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب کے ذریعے سے نہیں آرہا اور ذریعوں سے آرہا ہے۔

لہٰذا جو بھی علوم ہوں گے کوئی عالم چاہے کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو چاہے دُنیائے عجم کا ہو چاہے دُنیائے عرب کا ہو اگر اُس نے علم کسی اُستاد سے باقاعدہ حاصل نہیں کیا تو اُس کا علم مستند نہیں ہے تو اُس کی علماء کے طبقے میں کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ بے برکت علم ہے اِس لیے اُن کے ہاں علماء نہیں ملیں گے علماء سے اُن کا تعلق نہیں ملے گا اُن کا جوڑ نہیں ملے گا، علماء کو وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ اُن کا ایک عام مزاج ہوتا ہے شاذ و نادِر چند لوگوں کے علاوہ کہ وہ اُن سے تعلق رکھیں اور پھر بھی وہ علماء سے تعلق رکھیں ایسے گنتی کے لوگ ہیں ورنہ اکثریت پر یہ اَثر پڑتا ہے حالانکہ عالم سے محبت ہونی چاہیے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری اُمت میں جو علماء ہیں وہ میرے وارث ہیں۔ تو اَب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی میراث کو حاصل

کرنے والے سے اگر کوئی نفرت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ وہ علم کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور وہ کہتا ہے میں دین کی تشہیر بھی کرتا ہوں لیکن اِن وارثین سے دُوری ہے اور بُغض رکھتا ہے عداوت رکھتا ہے یہ اِس بات کی نشانی ہے کہ یہ عالم نہیں ہے یہ ناقل ہے۔ تو نقل تو کافر بھی ہماری بات کرسکتا ہے نقل تو عیسائی بھی کر رہے ہیں نقل تو مستشرقین بھی کر رہے ہیں

اور یہ جو اِدارہ چل رہا ہے آج کل " اَلْھُدٰی" جس کی قائد چلانے والی "فرحت ہاشمی" ہے وہ خود کہتی ہے کہ میں نے دِین امریکہ اور اِنگلینڈ جا کر حاصل کیا اور میں نے یہودی محققین سے دین سیکھا ہے میں نے اِسلام یہودیوں سے سیکھا ہے العیاذ باللہ، جو آدمی اسلام کو یہودیوں سے سمجھے گا وہ اگرچہ بمعنٰی دانستہً لغوی معنٰی کے اعتبار سے علم ہوگا کہ علم کے ایک معنٰی جاننا ہیں بیشک یہ علم تو آ گیا لغوی اعتبار سے وہ ایک چیز جان گیا لیکن وہ علم جو ہے وہ رُوح سے خالی ہے اُس میں اَنوارات نہیں ہیں اُس میں برکات نہیں ہیں وہ گمراہی ہے چنانچہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق اُڑاتی ہے جتنے اور فقہاء ہیں اُن کا وہ مذاق اُڑاتی ہے اُن پر طنز کرتی ہے سادہ لوگ بیچارے دین کی وجہ سے کہ اِتنا پرکشش نام ہے" اَلْھُدٰی" اپنے بچوں اور بچیوں کو وہاں بھیجتے ہیں لیکن یہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اور ڈاکٹر ذاکر نائیک سے کسی نے جہاد کے متعلق سوال کیا، اُس نے کہا کہ جہاد جو ہے اگر خلیفہ حکمران جو سب سے بڑا ہو اُس کی قیادت میں لڑا جائے تو جہاد ہے ورنہ نہیں، یہ بات آج امریکہ بھی کہتا ہے یہ بات آج برطانیہ بھی کہتا ہے۔ اگر ذاکر نائیک اِسلام کا مبلغِ اعظم ہے اور صحیح معنٰی میں ہے تو کبھی بھی ٹی وی کے یہ چینل اِس کو جگہ نہ دیں، اگر یہ مخلص ہوتا تو اِس کو جگہ نہ ملتی، اس کو جگہ ملی اِس لیے کہ یہ باتیں دین کے نام پر ایسی کر رہا ہے جس سے لوگوں کو دین میں بیداری پیدا نہیں ہو رہی۔ مثلاً وہ مسئلہ بتلاتا ہے پوری مجلس میں، انگریزی بول رہا ہے اُس سے لوگ مرعوب ہیں اور کچھ بھی نہیں حالانکہ صحیح علماء بہت بہت اعلیٰ انگریزی بولنے والے اِنگلینڈ میں موجود ہیں ساؤتھ افریقہ میں موجود ہیں ہندوستان پاکستان میں موجود ہیں اُن کو ٹی وی چینل اپنی چینل پر نہیں لائے گا۔

اُن کو وہاں موقع نہیں دیا جائے گا اِن کو موقع دیا جاتا ہے۔ اُس سے کسی نے پوچھا کہ یہ مینڈک کا یا کس کا گوشت اِس کے بارے میں کیا ہے اسلام میں؟ اُس نے کہا اِسلام کہتا ہے فریش گوشت، تازہ گوشت

''لَحْماً طَرِیًّا'' ایسا گول مول جواب دیا جو اِنسان کو بہکا دیتا ہے۔ وہ تو خنزیر کا بھی فریش گوشت ہے اور گدھے کا بھی اگر تازہ ہو یا محفوظ کرلیا ہو وہ بھی فریش گوشت ہے اور مرغی کا ہو وہ بھی فریش گوشت ہے چیل کوؤں کا ہو وہ بھی فریش گوشت ہے تو ایسا جواب دیا اُس نے۔

مسئلہ ایسا بتلاتا ہے مثلاً کہے گا کہ اِسلام میں اِس چیز کی اِجازت ہے۔ اَب فرض کریں مسئلہ اُس نے بتادیا وہ ایسی مجلس میں بتلاتا ہے جس میں کافر بھی موجود ہوتے ہیں اور ایسے مسلمان بھی موجود ہوتے ہیں جو مسلمان تو ہیں لیکن وہ علم سے محروم ہیں اَب وہ مسئلہ ایسا بتائے گا جو بالفرض فقہی نقطۂ نظر سے شافعیوں کے ہاں صحیح ہے لیکن وہ صرف یہ کہے گا کہ اِسلام اِجازت دیتا ہے اِس چیز کی۔ اَب جب اُس مجلس سے اُٹھ کر چار آدمی اپنے گھروں کو جائیں گے شافعی اپنے گھر میں جائے گا حنفی اپنے گھر میں جائے گا مالکی اپنے گھر میں جائے گا اور حنبلی اپنے گھر میں جائے گا تو وہ حنفی کہے گا کہ اِسلام یہ نہیں کہتا اِسلام یہ کہتا ہے، مالکی کہے گا اِسلام یہ نہیں کہتا یہ کہتا ہے کیونکہ امام مالک کا یہ فرمان ہے، حنبلی کہے گا کہ اِسلام یہ نہیں کہتا چونکہ یہ حنبلی ہے، شافعی جو ہے وہ یہ کہے گا کہ ہاں یہ اِسلام میں ہے چونکہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ تو لوگوں کو عوام کو تو یہ تفصیل پتا نہیں ہوتی کہ امام شافعی کیا کہتے ہیں امام مالک کیا کہتے ہیں امام ابوحنیفہ کیا کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کیا کہتے ہیں اور اُن کے دلائل کیا ہیں رحمہم اللہ، یہ عام آدمی نہیں جانتا بلکہ ہر عالم بھی نہیں جانتا کوئی کوئی علماء ہوتے ہیں جو اِس کے ماہر ہوتے ہیں اِس کی سمجھ رکھتے ہیں ہر عالم کو بھی یہ پتہ نہیں ہوتا۔

تو چار گھروں میں جب وہ چار آدمی اُٹھ کر گئے تو ایک گھر والے نے تو کہا کہ اِسلام یہ کہتا ہے اور تین گھر والوں نے کہا اِسلام تو یہ نہیں کہتا ہے یہ کیا مسئلہ بتایا؟ تو اَب یہ فائدہ ہوا یا نقصان ہوا؟ ایک گھر میں تو یہ ہوا کہ اِسلام یہ کہتا ہے اور تین گھروں میں یہ ہوا کہ اِسلام تو یہ نہیں کہتا کیونکہ وہ تو یہ سمجھتا ہے حنفی آدمی جیسے آپ ہیں کہ بھائی ہم نے تو مسئلہ یہی سنا ہے فتوی یہی دیا جاتا ہے امام ابوحنیفہ کے یہاں، مالکیہ کہے گا یہ ہے حنبلی کہے گا یہ ہے، تو یہ تمام گمراہی کے پُرکشش قسم کے دروازے ہیں جو سادہ مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور گمراہی پر وہ العیاذ باللہ آگے بہت بہت تباہی آرہی ہے۔ جہاد کے خلاف بہت خوبصورت اَنداز میں باتیں کرتے ہیں تو مستند علم جو وہ معتبر ہے اُس کے علاوہ علم مستند و معتبر نہیں ہے۔

اور ''علم'' کسے کہتے ہیں؟ ھُوَنُوْرٌ مُقْتَبَسٌ مِّنْ مِّشْکٰوۃِ النُّبُوَّۃِ. علم ایک ایسا نور ہے

جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سینے مبارک سے نکل رہا ہے اور سینہ بہ سینہ آج تک پہنچ رہا ہے۔ علماء کی بہت بڑی خدمت ہے کہ اُنہوں نے اِس علم کو مستند کر دیا حتی کہ الفاظ محفوظ ہیں اُس پر محنت کی معانی محفوظ ہیں اُس پر محنت کی اُن کی مرادیں محفوظ ہیں اُس پر محنت کی بلکہ بعض ادائیں محفوظ ہیں اُس پر محنت کی۔

حضرت قاری طیّب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حدیث پڑھی اور اپنے اُستاد والد صاحبؒ سے پڑھی تو اُس میں ایک حدیث آئی جس میں یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی بڑا آدمی مرتا تھا تو وہ یہ وصیت کر جاتا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے مرنے کے بعد تین مہینے مجھ پر رویا جائے کوئی کہہ جاتا تھا کہ چھ ماہ رویا جائے کوئی کہتا تھا سال بھر رویا جائے۔ یہ اِس لیے کہتا تھا تا کہ لوگ سمجھیں کہ کوئی بڑا آدمی مرا ہے، کوئی نہیں روئے دھوئے گا ایک دو دِن رو کر سب چپ ہو جائیں گے سمجھیں گے کوئی معمولی آدمی تھا تو زمانۂ جاہلیت سے یہ چیز چلی آرہی تھی تو اُس زمانہ میں مرنے سے پہلے یہ وصیت کرتے تھے چنانچہ اُس کی وصیت پر عمل ہوتا تھا اَب تین مہینے کون روئے ماں بھی نہیں روئے گی بیوی بھی نہیں روئے گی بیٹی بیٹا بھی نہیں روئے گا، چھ ماہ کون روئے بیٹھ کر مسلسل روتا ہی رہے ایک سال کون روئے تو یہ ممکن نہیں کہ روتا ہی رہے۔

تو اِس لیے اُنہوں نے پھر یہ طریقہ نکالا کہ رونے والیاں کرایہ پر لے لیا کرتے تھے اور وہ عورتیں ہوا کرتی تھیں کیونکہ آنسو بہانہ اور آنسو ٹپ ٹپ گرانا اِس کی مہارت عورتوں کو زیادہ ہے مرد تو کر نہیں سکتے یہ کام وہ آسانی سے کر لیتی ہیں تو اِس کے لیے عورتیں موزوں تھیں عورتوں کو منتخب کیا جاتا تھا اُنہیں کرایہ پر رکھا جاتا تھا کرایہ یہی ہوتا تھا کہ بس خوب کھائیں پئیں بیٹھی رہیں پہنیں اور کوئی کام اُن کا نہیں تھا۔ بس جب کوئی آجاتا تعزیت کے لیے تو بس رونا شروع کر دیں اور آنسو بہانا شروع کر دیں فوری طور پر تو جونہی کوئی آتا وہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتیں اور آنسو بہانا شروع کرتیں وا جبلاہ ، وا کذاہ ، وا شمساہ بس اُسے یاد کر کے ہائے تو تو سورج تھا ہائے وہ تو پہاڑ تھا ہائے وہ تو یہ تھا ہائے وہ تو وہ تھا، یہ زمانۂ جاہلیت کی رسوم تھیں بلکہ یہاں تک ہوتی تھی جہالت العیاذ باللہ کہ وہ یہ بھی کہتی تھیں ہائے وہ ایسا تھا شرابی ہائے وہ اِتنی شراب پیتا تھا ہائے وہ تو ایسا با کمال تھا ہائے اِتنی شرابیں پلاتا تھا اور ہائے وہ اِتنا بڑا زانی تھا العیاذ باللہ یہ تک وہ خوبی کے طور پر بتلاتی تھیں اور اِس پر روتی تھیں یہ زمانۂ جاہلیت میں ہوتا تھا۔ تو اِسلام نے اِسے حرام قرار دے دیا ممنوع قرار دے دیا تعزیت کا طریقہ بھی متعین کر دیا اُس کی مدت بھی متعین کر دی سب کچھ بتا دیا۔ اَب وہ روتی کیسی تھی؟

کہنے لگے حضرت قاری طیّب صاحبؒ جب یہ حدیث آئی تو میرے اُستاد جو والد صاحب تھے اُنہوں نے راں راں کر کے کچھ سنایا۔ کہنے لگے میں نے سوچا یہ کیا بات ہوئی اِس کی کیا ضرورت تھی بس یہ بتا دیتے وہ روتی تھیں ۔ کہنے لگے جب میں نے یہ کہا تو وہ فرمانے لگے کہ جب یہ حدیث میں نے پڑھی تو جو میرے اُستاد حضرت گنگوہیؒ تھے اُنہوں نے اِسی طرح راں راں کر کے مجھے بتایا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت شاہ عبدالغنیؒ سے پڑھی اُنہوں نے ایسے راں راں کر کے دِکھایا، اُنہوں نے حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ سے پڑھی تو اُنہوں نے بھی ایسے راں راں کر کے بتایا اُنہوں نے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے پڑھی اُنہوں نے راں راں کر کے بتایا اور اُنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے پڑھی تو انہوں نے راں راں کر کے بتایا اور اُنہوں نے اپنے اُستاد سے، یہاں تک کہ یہ جس صحابی نے نقل کی اُس تک اِس سلسلے کو پہنچایا۔ گویا یہ چودہ سو سال تک راں راں کو بھی حدیث میں نقل کر کے سکھایا۔

اِسی طرح قاری طیّب صاحبؒ بتلاتے ہیں کہ جب میں نے حدیث پڑھی تو میرے اُستاد نے جو حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام سے میں نے ہاتھ ملایا اور میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے مس ہو رہا تھا تو اِسے کہتے ہیں مُسَلْسَلَاتْ ہماری اصطلاح میں، کہنے لگے اُنہوں نے میرے ہاتھ پر اپنی ہتھیلی رکھی کہنے لگے میرے اُستاد نے بھی جب یہ حدیث پڑھائی تو اُنہوں نے میرے ہاتھ پر ہتھیلی رکھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہتھیلی رکھی تھی اور جب اُن کے اُستاد نے تو اُنہوں نے بھی ہتھیلی رکھی تھی چنانچہ جس راوی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث نقل کی جب اُنہوں نے یہ حدیث تابعی کو سنائی تو تابعی نے اُس وقت یہ کہا تھا کہ ایسے ہی مصافحہ مجھ سے کرلیں جیسے نبی علیہ السلام نے کیا تھا تاکہ آپ کے واسطے سے میرا مصافحہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہو جائے۔

چنانچہ حضرت قاری طیّب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اِتنے واسطوں سے میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ مصافحہ کیا۔ تو مسلسلات کی بھی حفاظت کی علماء نے، ایسا شریف اور پاکیزہ علم کہیں نہیں مل سکتا اِتنا محفوظ علم کہیں نہیں مل سکتا نہ تھا نہ آئندہ ہوگا، یہ علوم برتر اور اعلیٰ ہیں۔ اور بہت ساری باتیں ہیں اُجمال سے بس یہی عرض کر دیں جو ذہن میں آئیں باقی حدیث کے متعلق تو آپ طلباء ماشاء اللہ ذی اِستعداد ہیں دورہ میں پہنچ کر اِس قابل ہوتے ہیں کہ اِن باتوں اور مضامین کو سمجھ لیں۔ (جاری ہیں)

ہے آج جدائی کی محفل ہم بزمِ رفیقاں چھوڑ چلے

﴿ محمد اَحسن خدامی، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

ہے آج جدائی کی محفل ہم بزمِ رفیقاں چھوڑ چلے
مغموم ہے قافلۂ حامد پُر نور دبستاں چھوڑ چلے

کلیوں کی طرح کِھلتے تھے جہاں وہ پیارا پیارا حسیں گلشن
ہم آج اُسے سُونا سُونا بادیدۂ گریاں چھوڑ چلے

محمود میاں کی شفقت کو ہم یاروں بھول نہ پائیں گے
جہاں علم و عمل کے پھول کِھلے وہ نور کی باراں چھوڑ چلے

وہ پیاری پیاری سی ہستی کہتے ہیں جنھیں ''اُستاد جی'' ہم
وہ اُلفت و شفقت کا پیکر وہ چہرۂ تاباں چھوڑ چلے

جہاں اپنے جگری یاروں سے ہوتے تھے مقابل کھیلوں میں
ہم آج وہ محفلِ یاراں اور وہ کھیل کا میداں چھوڑ چلے

چھوٹی سی بات پہ لڑ پڑنا پھر منت اور ترلے کرنا
اِیثار و محبت مہر و وفا وہ حلقۂ یاراں چھوڑ چلے

جو دولت ہم کو یاں سے ملی اُسے لے کر ہر سُو نکلیں گے
ہم اِس کی مہک پھیلائیں گے گرچہ گلستان چھوڑ چلے

ہم میں سے جہاں جو جائے گا اِک مدنیہ اور بنائے گا
''محمود'' کی خوشبو پھیلے گی اُسے شاداں وفرحاں چھوڑ چلے

ہے آج جدائی کی محفل ہم بزمِ رفیقاں چھوڑ چلے
مغموم ہے قافلۂ حامد پُر نور دبستاں چھوڑ چلے

---

[1] حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید [2] حضرت مولانا محمد حسن صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید

قسط : ۱

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیّدِ عالم ﷺ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ علماء نے اِن کو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں عمر میں سب سے چھوٹی بتایا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ جواب میں فرمایا فاطمہ! سائل نے دوبارہ دریافت کیا کہ مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا؟ جواب میں فرمایا کہ فاطمہ کا شوہر۔

الاصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سیّدِ عالم ﷺ کی عمر شریف کے اِکتالیسویں سال ہوئی۔ مدائنی فرماتے ہیں کہ اِن کی وِلادت اُس وقت ہوئی جبکہ آنحضرت ﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی اور اُس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے اور سیّدِ عالم ﷺ بھی اُن کے ساتھ مشغول تھے۔

جب سیّدِ عالم ﷺ کو ربّ العزت کی جانب سے تبلیغ کا حکم ہوا اور آپ ﷺ نے بأمرِ الٰہی توحید کی دعوت دینا شروع کردی تو قریشِ مکّہ آپ ﷺ کے دُشمن ہوگئے اور طرح طرح سے آپ ﷺ کو ستانے لگے۔ آپ ﷺ کی تکلیف سے آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اَولاد سب ہی کو تکلیف پہنچتی اور دُکھ ہوتا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی کم عمری میں اِن تکلیفوں کو سہتی تھیں۔ ایک مرتبہ سیّدِ عالم ﷺ نے کعبہ شریف کے قریب نماز کی نیت باندھ لی۔ وہیں قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اِن میں سے ایک بدبخت [۱] نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ بولو تم میں سے کون اِس کام کو کرسکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اُونٹ ذبح کیا ہے اُس کی اَوجھڑی اور خون اور لید لے آوے اور پھر جب یہ سجدہ میں جاویں تو اِن کے کاندھوں کے درمیان رکھ دیوے؟ یہ سُن کر ایک شقی اُٹھا جو اُس وقت کے حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا۔ اُس نے یہ سب گندی چیزیں لاکر سیّدِ عالم ﷺ کے دونوں کاندھوں کے

درمیان رکھ دیں اور آپ سجدہ ہی میں رہ گئے۔ آپ ﷺ کا یہ حال دیکھ کر اُن لوگوں نے (بے خود ہوکر) ہنسنا شروع کیا اور اِس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دُوسرے پر گرنے لگے۔ کسی نے یہ ماجرہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر خبر دی (اُس وقت وہ نوعمر تھیں) خبر پا کر دوڑی چلی آئیں اور سیّدِ عالم ﷺ کے مبارک کاندھوں سے اُٹھا کر وہ گندگی پھینک دی اور اِن لوگوں کو بُرا کہنے لگیں۔ پھر جب سیّدِ عالم ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ بددُعا فرمائی۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب دُعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ سے سوال کرتے تھے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اوّل تو قریش کے لیے عام بددُعا کی اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ. (اے اللہ تو قریش کو سزا دے) اِس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ بددُعاء فرمائی۔ (مشکٰوۃ عن بخاری و مسلم)

الغرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن دین کے لیے تکلیفیں سہنے میں گزرا حتّٰی کہ سیّدِ عالم ﷺ نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

ہجرت :

سیّدِ عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رفیقِ سفر بنا کر ہجرت کی تھی اور آپ اپنے تمام کنبہ کو مکہ معظّمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا پورا اتباع کیا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سیّدِ عالم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ہم دونوں بیویوں (حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اور اپنی صاحبزادیوں کو مکہ ہی میں چھوڑ کر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر جب آپ مقیم ہوگئے تو زیدؓ بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کو دو اُونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ ہم سب کو مدینہ منورہ لے جائیں اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اِس مقصد سے دو یا تین اُونٹ دے کر آدمی بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا کہ سارے کنبہ کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت سیّدِ عالم ﷺ اور صدیقِ اکبرؓ کے سب گھر والوں نے ایک ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ اِس قافلہ میں حضرت فاطمہؓ اور ان کی بہن حضرت اُم کلثومؓ اور اُم المؤمنین حضرت سودہؓ اور حضرت اَسماء بنتِ ابی بکرؓ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات تھے۔ جس وقت یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا سیّدِ عالم ﷺ مسجد کے آس پاس اپنے اہل و عیال کے لیے حجرے بنوا رہے تھے۔ اِن ہی میں آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور اُم المومنین حضرت سودہؓ کو ٹھہرایا۔

شادی :

ہجرت کے بعد ۲ھ میں سیّدِ عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ اُس وقت سیّدہ فاطمہ زہراءؓ کی عمر ۱۵ سال ۵ ماہ تھی اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سیّدِ عالم ﷺ کو پیغام دیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراءؓ سے میرا نکاح فرمادیں۔ لیکن آپ نے اعراض فرمایا پھر اِن کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی یہی پیغام دیا لیکن آپ نے اِن کے پیغام سے بھی اعراض فرمایا جبکہ اِن دونوں اکابر کو معلوم ہو گیا کہ آپ ہمارے نکاح میں نہ دیں گے تو دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھے اِن حضرات نے اِس چیز کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا۔ اِن کی توجہ دلانے سے میں سیّدِ عالم ﷺ کی خدمتِ گرامی میں حاضر ہوا اور پیغامِ نکاح دے دیا۔ (زُرقانی علی المواہب)

مسند امامِ احمدؒ میں حضرت علیؓ کا واقعہ خود اُن کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب میں نے سیّدِ عالم ﷺ کی صاحبزادی کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا اِرادہ کیا تو میں نے (دل) میں کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا؟ لیکن اِس کے بعد ہی معاً دل میں سیّدِ عالم ﷺ کی سخاوت اور نوازش کا خیال آ گیا (اور سوچ لیا کہ آپ خود ہی کچھ اِنتظام فرماویں گے) لہٰذا میں نے حاضر خدمت ہو کر پیغامِ نکاح دے دیا۔ آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے تم کو فلاں روز دی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں وہ تو ہے۔ فرمایا اُس کو (مہر میں) دے دو۔

مَوَاھِبِ لَدُنِّیَہ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب میں نے اپنا پیغام دیا تو سیّدِ عالم ﷺ نے سوال فرمایا کہ کچھ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا میرا گھوڑا اور زِرہ ہے۔ فرمایا تمہارے پاس گھوڑے کا ہونا (جہاد) کے لیے ضروری ہے لیکن ایسا کرو کہ زِرہ کو فروخت کر دو۔ چنانچہ میں نے وہ زِردہ چار سو اَسی درہم میں فروخت [1] کر کے رقم آپ کی خدمت میں حاضر کر دی اور آپ کی مبارک گود میں ڈال

---

[1] خریدنے والے حضرت عثمانؓ تھے۔ اُنہوں نے خرید کر واپس کر دی اور رقم اور زِرہ دونوں حضرت علیؓ کے پاس رہیں۔ حضرت علیؓ نے زِرہ اور رقم دونوں سیّدِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیں تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بڑی دُعائیں دیں۔ (زُرقانی)

دی۔ آپ ﷺ نے اُس میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ اے بلال جاؤ اِس کی خوشبو [1] ہمارے لیے خرید کر لاؤ اور ساتھ ہی ساتھ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک چار پائی اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تیار کیا گیا۔ (رُخصتی کے روز) عشاء کی نماز سے قبل سیّدِ عالم ﷺ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیّد السادات حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا۔ پھر نماز کے بعد خود اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ چنانچہ وہ ایک پیالہ میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اِس پانی سے منہ مبارک میں پانی لیا اور پھر اس پانی سے اُن کے سینہ پر اور سر پر چھینٹے دیے اور بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اے اللہ میں اِس کو اور اس کی اَولاد کو شیطان مردود کی شرارت سے محفوظ رکھنے کیلیے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اِس کے بعد اِن کے دونوں کاندھوں کے درمیان اِس پانی کے چھینٹے دیے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ سے بھی پانی منگایا اور اس میں کلی کر کے اِن کے سر اور سینہ اور دونوں کاندھوں کے درمیان چھینٹے دیے اور وہی دُعا دی جو لختِ جگر حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔ اس کے بعد یہ فرما کر واپس تشریف لے آئے بِسْمِ اللّٰہِ وَالْبَرَکَۃِ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو۔

حضورِ اقدس ﷺ کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور چند اَنصار کو بلالاؤ، چنانچہ میں بلالایا۔ جب یہ حضرات حاضر ہوگئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آنحضرت ﷺ نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اِس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کردُوں۔ تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے چار سو مثقال چاندی [2] مہر میں مقرر کر کے علی رضی اللہ عنہ سے

---

[1] ایک اور روایت میں ہے کہ اِس رقم میں سے دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی کپڑوں میں خرچ کرنے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا۔ [2] پہلے گزرا ہے کہ چار سو اَسی درہم میں زِرہ فروخت کر کے مہر میں اِس کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش کر دی اور یہاں ۴۰۰ مثقال چاندی کا ذکر ہے۔ دونوں روایات اِس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ ۴۰۰ مثقال چاندی کے وزن کے ۴۸۰ درہم بنائے ہوئے ہوں۔ موجودہ سکّہ کے اعتبار سے کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۱۳۷ روپے اور کسی نے ۱۵۰ روپے سمجھ رکھا ہے حالانکہ مہر فاطمی کا تعلق دراہم سے ہے روپے سے نہیں ہے۔

فاطمہؓ کا نکاح کر دیا اگر علیؓ اِس پر راضی ہوں۔ اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ اِس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک طبق میں خشک کھجوریں (یعنی چھوارے) منگائے اور حاضرین سے فرمایا جس کے ہاتھ چھوارے پڑیں لے لیوے چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اُسی وقت حضرت علیؓ پہنچ گئے۔ اِن کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ تم سے فاطمہؓ کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کر کے کر دُوں، کیا تم اِس پر راضی ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا جی میں راضی ہوں یا رسول اللہ! جب حضرت علیؓ نے رضا مندی ظاہر کر دی تو آنحضرت ﷺ نے دُعا دیتے ہوئے فرمایا :

جَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَکُمَا وَاَعَزَّ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْرًا طَیِّبًا

اللہ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیبا اچھا کرے اور تم پر برکت دے اور تم سے بہت اور پاکیزہ اَولاد ظاہر فرماوے۔

الاصابہ میں لکھا ہے تَزَوَّجَ عَلِیٌّ فَاطِمَۃَ فِیْ رَجَبَ سَنَۃَ مَقْدَمِہِمُ الْمَدِیْنَۃَ وَبَنٰی بِھَا مَرْجَعَھُمْ مِنْ بَدْرٍ وَّلَھَا یَوْمَئِذٍ ثَمَانَ عَشَرَۃَ سَنَۃً یعنی حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے ماہِ رجب میں نکاح کیا جبکہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے اور رُخصتی غزوۂ بدر سے واپس ہونے پر ہوئی۔ اُس وقت حضرت سیّدہ فاطمہؓ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور رُخصتی ایک ہی ساتھ نہ ہوئی تھی۔ (جاری ہے)

شبِ براءت کی مسنون دُعا

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو میں نے شبِ براءت سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ.

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کر لو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کرر پڑھی جائیں''۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

عورتوں کے رُوحانی امراض

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عورتوں کے ذریعہ فتنہ وفساد ہونے کے چند اَسباب :

☆ پردہ میں کچھ بے احتیاطی وبے پردگی ہوتی ہے تب ہی عورتوں کے ذریعے سے فتنہ ہوتا ہے ورنہ فتنہ کی کوئی وجہ نہیں۔

☆ چند عورتوں کا ایک مکان میں رہنا ہی زیادہ فساد کا سبب ہوتا ہے۔ گھریلو جھگڑوں سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ چند خاندان (یعنی کئی فیملیاں) ایک گھر میں اکٹھے نہ رہا کریں۔ خصوصًا چولہا (یعنی کھانا پینا) توضروری علیحدہ ہونا چاہیے۔ زیادہ تر آگ اِسی چولہے ہی سے بھڑکتی ہے۔ آج کل کی طبیعتوں کا مقتضٰی یہ ہے اگر عورت ساتھ رہنے پر راضی بھی ہو اور علیحدہ رہنے میں سب رشتہ دار ناخوش ہوں تب بھی مصلحت یہی ہے کہ جدا ہی رکھے۔ اِس میں ہزاروں مفاسد کا بندوبست ہے۔ گو چند روز کے لیے رشتہ داروں کا ناک منہ چڑھے گا مگر جب اِس کی مصلحتیں دیکھیں گے سب خوش ہو جائیں گے۔ (اصلاحِ انقلاب)

چند بدعملیاں اور بُری عادتیں جن میں اکثر عورتیں مبتلا ہوتی ہیں :

فرمایا عورتوں کے اکثر عیوب یہ ہوتے ہیں :

☆ اُن نمازوں کی قضا نہیں کرتیں جو ہر مہینہ میں ان سے غسل کی تاخیر کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہیں۔

☆ روزہ کے حقوق اَدا نہیں کرتیں (یعنی) فضول اور گناہ کی باتوں میں روزہ کو برباد کر دیتی ہیں۔

☆ اِسی طرح زکوٰۃ وحج اور قربانی کے سلسلہ میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔

☆ پردہ میں احتیاط کم کرتی ہیں۔ جن عزیزوں (رشتہ داروں) سے شرعًا پردہ ہے اُن کے سامنے آتی ہیں نیز کافر عورتوں سے جیسے بھنگن چماروں وغیرہ سے بدن چھپانے کا اہتمام نہیں کرتیں چنانچہ سر اور سر کے بال اور بازو اور کلائی اور پنڈلی وغیرہ اُن کے سامنے کھولے رہتی ہیں۔

☆ عورتوں میں ذکر اللہ کا رواج بہت کم ہے۔ نمازوں کے ساتھ کچھ ذکر اللہ بھی کرنا چاہیے اِس کی

برکت سے دل کو اللہ تعالیٰ سے لگاؤ ہوتا ہے اور نماز میں دل بھی لگتا ہے۔ عورتوں کے لیے ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ (تھوڑی دیر) موت کا مراقبہ بے حد مفید ہے۔ (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ)

عورتوں کو اہم نصیحتیں :

☆ سب سے پہلے اپنے عقیدے ٹھیک کرو اور ضروری مسئلے سیکھو اور بہت اہتمام سے اِن مسئلوں کی پابندی کرو۔

☆ ہر بات میں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا اہتمام کرو اِس سے دل میں بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔

☆ شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ، فال مت کھلواؤ۔

☆ اَولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لیے ٹوٹکے مت کرو۔

☆ بزرگوں کی منت مت مانو۔

☆ شریعت میں جس سے پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو چاہے کیسا ہی قریبی رشتہ دار ہو جیسے دیور جیٹھ خالہ کا یا ماموں کا یا پھوپھی کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی یا منہ بولا باپ، اِن سے خوب پردہ کرو۔

☆ خلافِ شرع لباس مت پہنو جیسے ایسا کُرتہ کہ جس میں پیٹ پیٹھ یا کلائی یا بازو کُھلے ہوں یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں یہ سب چھوڑ دو۔

☆ لمبی آستینوں کا اور نیچا اور موٹے کپڑے کا جس سے بدن نہ جھلکے لباس بناؤ اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ بناؤ۔ اور دوپٹہ دھیان کر کے سر سے مت ہٹنے دو ہاں گھر میں اگر خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ اور حقیقی بھائی وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور (یعنی نامحرم) نہ ہو تو اُس وقت سر کھولنے میں ڈر نہیں۔

☆ کسی کو جھانک تاک کر مت دیکھو۔

☆ بیاہ شادی، مونڈن، چلہ، چھٹی، منگنی، چوتھی وغیرہ میں کہیں مت جاؤ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ (کیونکہ اِس میں بڑے فتنے اور خرابیاں ہوتی ہیں)

☆ کوئی کام نام کے واسطے مت کرو۔

☆ کوسنے اور طعنہ دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ۔

☆ پانچوں وقت نماز اوّل وقت پڑھو اور جی لگا کر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، رُکوع سجدہ اچھی طرح اَدا کرو۔

☆ اگر تمہارے پاس زیور گوٹہ لچکا وغیرہ ہو تو حساب کر کے زکوٰۃ نکالو۔

☆ خاوند کی تابعداری کرو۔ اِس کا مال اِس سے چھپا کر خرچ مت کرو۔ گھر کا کام خاص کر شوہر کی خدمت کرنا عبادت ہے۔

☆ گانا کبھی مت سنو۔

☆ اگر تم قرآن پڑھی ہوئی ہو تو روزانہ قرآن پڑھا کرو۔

☆ جو کتاب پڑھنے یا دیکھنے کے لیے لینی ہو پہلے کسی معتبر عالم کو دِکھلا لو اگر وہ صحیح بتلائیں تو خرید لو ورنہ مت لو۔

☆ اگر کوئی شخص کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف کرے تو صبر کرو جلدی سے کچھ کہنے سُننے مت لگو، خاص کر غصہ کی حالت میں بہت سنبھلا کرو۔

☆ اپنے کو صاحبِ کمال (بزرگ اور بڑا) مت سمجھو۔

☆ جو بات زبان سے کہنا چاہو پہلے سوچ لیا کرو، جب خوب اطمینان ہو جائے کہ اِس میں کوئی خرابی نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اِس میں کوئی دین یا دُنیا کی ضرورت ہے یا فائدہ ہے اُس وقت زبان سے نکالو۔

☆ کسی مسلمان کو اگرچہ وہ گنہگار یا چھوٹے درجہ کا ہو حقیر مت سمجھو۔

☆ مال و عزت کی حرص اور لالچ مت کرو۔

☆ بے ضرورت اور بے فائدہ لوگوں سے مت ملو اور جب ملنا ہو تو خوش اَخلاقی سے ملو اور جب کام ہو جائے تو اُن سے الگ ہو جاؤ۔

☆ بات کو بنایا مت کرو بلکہ جب تم کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو فوراً اِقرار کر لو۔

☆ اللہ پر بھروسہ رکھو اور اُسی سے اپنی حاجت عرض کیا کرو اور دین پر قائم رہنے کی درخواست کرو۔

کیا تکافل کا نظام اِسلامی ہے؟

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کی کوششوں سے اِنشورنس کے مروجہ نظام کی جگہ ''تکافل'' کے نام سے اِسلامی انشورنس کا نظام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اِس نظام کے بارے میں ہم نے مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ کا ایک عربی رسالہ اور اُن کے دارالعلوم کے ایک اُستاد ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب صمدانی کی ایک کتاب کا مطالعہ کیا تو ہمیں یہ نظام شریعت کے متصادم نظر آیا، اِسی کے بیان میں یہ زیرِ نظر مضمون ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

ہمارے ہاں تکافل یعنی اِسلامی اِنشورنس کا جو نظام رائج کیا گیا ہے وہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ کا وضع کیا ہوا ہے اور وقف اور اُس کے چار قواعد پر مبنی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں :

ومن هنا ظهرت الحاجة الى ان تكون هذه المحفظة على اساس الوقف فان الوقف له شخصية اعتبارية فى كل من الشريعة والقانون.

اِس سے یہ ضرورت ظاہر ہوئی کہ اِنشورنس کا فنڈ وقف کی بنیاد پر ہونا چاہیے کیونکہ وقف کو قانون و شریعت دونوں میں قانونی واعتباری شخصیت حاصل ہے۔

وقف کے چار قواعد یہ ہیں :

1- نقدی (روپے) کا وقف دُرست ہے۔

2- واقف اپنے کیے ہوئے وقف سے خود نفع اُٹھا سکتا ہے۔

3- وقف کو جو تبرع یعنی چندہ کیا جائے وہ وقف کی ملکیت بنتا ہے خود وقف نہیں بنتا۔

4- وقف کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ بالآخر ایسی مد کے لیے ہو جو کبھی ختم نہ ہو مثلاً فقراء کے لیے ہو۔

وقف کے اِن چار قواعد پر مبنی نظام تکافل کی تفصیلی شکل یہ ہے :

نوٹ : عربی عبارت مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے رسالہ'' تاصيل التامين التكافلى على اساس الوقف والحاجة الداعية اليه'' کی ہے۔

1- تکافل یا اِسلامی انشورنس کمپنی اپنے سرمایہ کے ایک حصہ سے وقف کا ایک فنڈ قائم کرتی ہے جو اولاً تو فنڈ میں شریک اُن لوگوں کے لیے ہوگا جو فنڈ کی شرائط کے مطابق کسی حادثاتی نقصان کا شکار ہوئے ہوں اور بالآخر نیکی کے ختم نہ ہونے والے کاموں کے لیے ہوگا۔ فنڈ کے سرمایہ کو مضاربت پر دیا جائے گا اور حاصل ہونے والے نفع کو فنڈ کے مقاصد میں خرچ کیا جائے گا۔

تنشئی شركة التامين الاسلامی صندوقا للوقف و تعزل جزاً معلوما من رأس مالها يكون وقفا على المتضررين من المشتركين فی الصندوق حسب لوائح الصندوق و على الجهات الخيرية فی النهاية...... فيبقى هذا الجزء المعلوم من النقود مستثمرا بالمضاربة وتدخل الارباح فی الصندوق لاغراض الوقف.

2- وقف فنڈ کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔ اِس کی خود اپنی معنوی شخصیت ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ مالک بنتا ہے اور مالک بناتا ہے۔

ان صندوق الوقف لا يملكه احد، و تكون له شخصية معنوية يتمكن بها من ان يتملك الاموال ويستثمرها و يملكها حسب اللوائح المنظمة لذلك.

3- اِنشورنس میں دلچسپی لینے والے فنڈ کی شرائط کے مطابق اِس کو چندہ دے کر فنڈ کے ممبر بن سکتے ہیں۔

ان الراغبين فی التامين يشتركون فی عضوية الصندوق بالتبرع اليه حسب اللوائح .

4- اِنشورنس پالیسی لینے والے وقف فنڈ کو جو چندہ دیں گے وہ اُن کی ملکیت سے نکل کر وقف فنڈ کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا خود وقف نہ ہوگا۔ لہٰذا اِس رقم کی اِس طرح سے حفاظت واجب نہ ہوگی جس طرح وقف رقم کی واجب ہوتی ہے۔ وقف فنڈ کے فائدے کے لیے چندہ کی رقم کو بھی نفع بخش کاروبار میں لگایا جائے گا اور چندے کی اَصل رقم کو اِس کے منافع سمیت نقصانات کی تلافی کے لیے اور وقف کے دیگر مقاصد کے

لیے خرچ کیا جاسکے گا۔

ما یتبرع به المشترکون یخرج من ملکهم ویدخل فی ملك الصندوق الوقفی، وبما انه لیس وقفا و انما هو مملوك للوقف ...... فلا یجب الاحتفاظ بمبالغ التبرع کما یجب فی النقود الموقوفة ، و انما تستثمر لمصالح الصندوق و تصرف مع ارباحها لدفع التعویضات واغراض الوقف الاخری .

5- فنڈ کا شرائط نامہ اُن شرائط کی تصریح کرے گا جن پر پالیسی لینے والے بیمہ کی رقم کے حقدار بنیں گے۔

تنص لائحة الصندوق علی شروط استحقاق المشترکین للتعویضات و مبالغ التبرع التی یتم به الاشتراك فی کل نوع من انواع التعیین.

6- پالیسی لینے والوں کو بیمہ کی جو رقم ملے گی وہ اُن کے چندے کا عوض نہیں ہوگی بلکہ وقف فنڈ کی شرائط کے مطابق اُس کے حقدار بننے کی وجہ سے ملے گی۔

ما یحصل علیه المشترکون من التعویضات لیس عوضا عما تبرعوا به ، وانما هو عطاء مستقل من صندوق الوقف لدخولهم فی جملة الموقوف علیهم حسب شروط الوقف .

7- وقف فنڈ کی ملکیت میں مندرجہ ذیل رقمیں ہوں گی :

i- وقف نقدی سے جو نفع حاصل ہو

ii- پالیسی لینے والوں کے چندے

iii- چندوں سے حاصل ہونے والے منافع

اور وقف فنڈ کو اختیار ہے کہ وہ اِن رقموں میں وقف فنڈ کی شرائط کے مطابق تصرف کرے۔ لہٰذا وقف فنڈ خالص نفع میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے مثلاً :

i- وہ اِس خالص نفع کو احتیاط کے طور پر اپنے پاس رکھے تا کہ آئندہ سالوں میں ہونے والے

اِتفاقیہ نقصان اور خسارے سے بچ سکے یا

ii- وہ پورے خالص نفع کو یا اُس کے ایک حصہ کو فنڈ کے ممبران میں تقسیم کرے۔

لیکن بہتر یہ ہے کہ وقف فنڈ خالص نفع کے تین حصے کرے۔

i- ایک حصہ احتیاط کے طور پر آئندہ پیش والے آنے والے نقصانات کی تلافی کے لیے رکھ لے۔

ii- ایک حصہ ممبران میں تقسیم کردے تاکہ مروجہ اِنشورنس سے فرق ہو سکے۔

iii- ایک حصہ نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے تاکہ فنڈ کا وقف ہونا بھی واضح رہے۔

حيث ان الصندوق الوقفى مالك لجميع امواله بما فيه ارباح النقود الوقفية والتبرعات التى قد مها المشتركون مع ماكسبت من الارباح بالاستثمار فان للصندوق التصرف المطلق فى هذه الاموال حسب الشروط المنصوص عليها فى لوائحه. فللصندوق ان يشترط على نفسه بما شاء بشان ما يسمى الفائض التامينى فيجوز ان يمسكه فى الصندوق كاحتياطى لما قد يحدث من النقص فى السنوات المقبلة ، ويجوز ان يشترط على نفسه فى اللوائح ان يوزعه كلا او جزءاً منه على المشتركين.

و ربما يستحسن ان يقسم الفائض على ثلا ثة اقسام: قسم يحتفظ به كاحتياطى، و قسم يوزع على المشتركين لتجلية الفرق الملموس بينه و بين التامين التقليدى بشكل واضح لدى عامة الناس، و قسم يصرف فى وجوه الخير لابراز الصفة الوقفية للصندوق كل سنة .

9- اِنشورنس کمپنی وقف فنڈ کا اِنتظام کرے گی اور اِس کے مال کو بڑھائے گی، اِس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

i- اِنتظام : اِنشورنس کمپنی وقف کے متولی کی طرح اِنتظام کرے گی یعنی پالیسی لینے والوں سے چندے وصول کرے گی، حقداروں کے نقصان کا تدارک کرے گی، خالص نفع کو فنڈ کی شرائط کے مطابق تقسیم کرے گی اور فنڈ کے حسابات کمپنی کے حسابات سے الگ رکھے گی۔ اِن سب خدمات پر کمپنی اُجرت لے گی۔

ii- مال بڑھانا : اِس کے لیے کمپنی وکیل بالا جرت بن کر کام کرے گی یا مضارب کی طرح کام کرے گی اور اپنے حصہ کا نفع لے گی۔

ان شركة التامين التى تنشئ الوقف تقوم بادارة الصندوق واستثمار امواله. اما ادارة الصندوق فانما تقوم به كمتول للوقف فتجمع بهذه الصفة التبرعات و تدفع التعويضات و تتصرف فى الفائض حسب شروط الوقف و تفصل حسابات الصندوق من حساب الشركة فصلا تاما و تستحق لقاء هذه الخدمات اجرة. واما استثمار اموال الصندوق فيمكن ان تقوم به كوكيل للاستثمار فتستحق بذلك اجرة او تعمل فيها كمضارب فتستحق بذلك جزءاً مشاعا من الارباح الحاصلة بالا ستثمار.

10- اِس طرح کمپنی تین طریقوں سے فائدہ حاصل کرے گی :

i- اپنے سرمایہ کے منافع سے

ii- وقف فنڈ کے اِنتظام کی اُجرت سے

iii- مضاربت میں نفع کے حصہ سے

وعلى هذا الاساس يمكن ان تكسب الشركة عوائد من ثلاث جهات: اولاً باستثمار راس مالها، و ثانيا باجرة ادارة الصندوق، و ثالثا بنسبة من ربح المضاربة .

تکافل یا اِسلامی انشورنس کے نظام کا حاصل :

اِسلامی اِنشورنس کمپنی اپنے کچھ سرمایہ سے ایک وقف فنڈ قائم کرتی ہے۔ اِس فنڈ کی شرائط میں سے ہے کہ وقف فنڈ کے جن ممبران کا کسی حادثہ میں نقصان ہو جائے اُس فنڈ کے منافع میں سے اِن کے نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ فنڈ کا ممبر بننے کے لیے اِس میں ایک خاص چندہ دینا ہوگا جو ہر نوع کی اِنشورنس کے مطابق ہوگا۔

اسلامی اِنشورنس کمپنی ایک تو وقف فنڈ کا اِنتظام کرتی ہے اور اِس سے متعلقہ تمام خدمات کو اُجرت پر سرانجام دیتی ہے اور دُوسرے وقف فنڈ کی وقف شدہ اور مملوکہ رقموں پر مضارب کے طور پر کام کرتی ہے اور

نفع میں سے اپنا حصہ وصول کرتی ہے۔

اس طرح سے کمپنی کو ہونے والی آمدنی کی تین جہتیں ہیں: (1) فنڈ سے متعلقہ خدمات فراہم کرنے پر اُجرت (2) اپنے سرمایہ کا نفع اور (3) مضاربت میں نفع کا حصہ۔

تکافل یا اِسلامی انشورنس کے نظام کی بنیادیں باطل ہیں :

ہم نے پوری دیانتداری سے اِس نظام کا مطالعہ کیا اور اِس پر غور وفکر کیا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے اِس کو وقف کے جن قواعد پر اُٹھایا ہے ہم نے اُن قواعد کو اِس کا ساتھ دیتا ہوا نہیں پایا۔ مولانا مدظلہ نے اُن قواعد کو آپس میں جوڑ کر تکافل کا نظام بنایا ہے حالانکہ غیر منقولہ جائیداد میں وہ اگرچہ جڑتے ہیں لیکن خصوصاً نقدی کے وقف میں اِن کا جڑنا محلِ نظر ہے۔ مولانا مدظلہ نے مروّجہ اِنشورنس کے اِسلامی متبادل کی تحصیل میں تسامح سے کام لیا ہے حالانکہ ضرورت تھی کہ معاشیات کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں تکافل کے نظام کی بنیادیں خوب مضبوط ہوتیں۔

پہلی باطل بنیاد :

مولانا تقی عثمانی مدظلہ کا ذکر کردہ پہلا قاعدہ کہ ''نقدی کا وقف دُرست ہے'' اور دُوسرا قاعدہ کہ ''واقف اپنی زندگی میں بلاشرکت غیرے اپنے وقف سے خود نفع اُٹھا سکتا ہے۔'' یہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن اِن کو جوڑنا دُرست نہیں ہے۔

مولانا دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

فی الذخیرة: اذا وقف ارضا او شیئا آخر و شرط الکل لنفسه او شرط البعض لنفسه ما دام حیا و بعده للفقراء قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ الوقف صحیح و مشائخ بلخ رحمهم الله اخذوا بقول ابی یوسف و علیه الفتوی ترغیبا للناس فی الوقف...... و لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة تجری غلتها علی ما عشت ثم بعدی علی ولدی و ولد ولدی و نسلهم ابدا ما تنا سلوا فان انقرضوا فهی علی المساکین جاز ذلک کذا فی خزانة المفتین"

ذخیرہ میں ہے: جب کوئی شخص کوئی زمین یا کوئی اور شے وقف کرے اور یہ شرط کرے کہ جب تک وہ زندہ ہے وہ کل وقف کو یا اُس کے ایک حصہ کو اپنے استعمال میں رکھے گا تو ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وقف صحیح ہے اور مشائخ بلخ نے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کیا اور اِسی پر فتویٰ ہے تاکہ لوگوں کو وقف کرنے میں رغبت رہے......اور اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میری یہ زمین صدقہ وقف ہے اور جب تک میں زندہ ہوں میں اِس کی آمدنی لوں گا اور میرے بعد میری اَولاد پر اور اَولاد کی اَولاد پر اور میری پوری نسل پر جب تک وہ چلے، پھر جب میری نسل ختم ہو جائے تو وہ مساکین پر وقف ہے تو جائز ہے۔خزانۃ المفتین میں ایسے ہی ہے۔

ہم کہتے ہیں :

واقف کا یہ شرط کرنا کہ زندگی بھر وقف کردہ شے سے صرف وہی منتفع ہوگا بلکہ اپنی اَولاد اور پوری نسل کے لیے بھی یہ شرط کرنا غیر منقولہ جائیداد میں تو متصور ہے کیونکہ وہ جائیداد خود اَبدی و دائمی ہوتی ہے کبھی ضائع نہیں ہوتی جبکہ نقدی اور دیگر منقولہ اشیاء میں اَبدیت و دوام کی توقع ہی نہیں ہوتی بلکہ نقدی میں تو خطرہ ہوتا ہے کہ کاروباری نقصان کے باعث اصل رقم کچھ یا کل ہی جاتی رہے جبکہ دیگر منقولہ اشیاء مثلاً بہت سے برتن، کتابیں اور مصاحف وغیرہ تیس چالیس سال کے استعمال سے بوسیدہ ہو جاتی ہیں اور کسی دُوسرے کے کام کی نہیں رہتیں۔علاوہ اَزیں وہ کسی حادثہ کا شکار بھی ہو سکتی ہیں اور چوری بھی ہو سکتی ہیں۔اس لیے منقولہ اشیاء میں صرف یہی صورت ممکن ہے کہ آدمی اُن کو وجوہِ خیر میں فوری وقف کر دے اور شرط کر دے کہ وہ خود بھی دُوسرے کے ساتھ نفع اٹھائے گا یا وقف کے منافع کا حقدار ہونے کی وجہ سے دُوسرے حقداروں کے ساتھ شریک ہوگا۔

ہماری بات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

1- اگرچہ منقولہ اشیاء میں وقف دُرست ہے لیکن وہ خلافِ قیاس محض استحسان کی وجہ سے دُرست ہے یعنی حدیث کی وجہ سے،تعامل کی وجہ سے اور فقراء کے لیے نفع ہونے کی وجہ سے۔

لا یجوز وقف ما ینقل ویحول...... وقال محمد یجوز حبس الکراع و السلاح و معناہ و وقفہ فی سبیل اللّٰہ و ابو یوسف معہ فیہ علی ما قالوا وھو

استحسان. والقياس ان لا يجوز لما بيناه من قبل (من شرط التابيد والمنقول لا يتأ بد).

وجه الاستحسان الآثار المشهورة اى فى الكراع و السلاح .

وعن محمد انه يجوز وقف ما فيه تعامل من المنقولات كالفاس والمر والقدوم والمنشار والجنازة و ثيابها والقدر والمرجل والمصاحف وعند ابى يوسف لا يجوز لان القياس انما يترك بالنص والنص ورد فى الكراع والسلاح فيقتصرعليه و محمد يقول القياس قد يترك بالتعامل كما فى الاستصناع وقد وجد التعامل فى هذه الاشياء . (هدايه)

جب منقولہ اشیاء میں وقف کے ثبوت کی بنیادیں ہی جُدا ہیں تو اِن میں غیر منقولہ جائیداد کے وقف کے ایک حکم یعنی وقف علی النفس کو جاری کرنا یا تو قیاس سے ہوگا یا استحسان سے ہوگا؟ استحسان صرف گھوڑے اور ہتھیار میں ہے کسی اور منقولہ شے میں نہیں ہے۔ رہا قیاس تو وہ ممکن ہی نہیں کیونکہ منقولہ و غیر منقولہ میں فارق موجود ہے یعنی یہ فرق ہے کہ غیر منقولہ جائیداد اَبدی و دائمی ہوتی ہے اور منقولہ شے عارضی اور غیر دائمی ہوتی ہے اور قربت مطلوبہ و مقصودہ تک اِس کا پہنچنا مخدوش و مشکوک ہوتا ہے۔

تنبیہ :

یہاں ہم نے قربت مطلوبہ و مقصودہ کا ذکر کیا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ وقف علی النفس کی صورت میں دو قسم کی قربتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ایک وہ جو وقف ہونے کی وجہ سے لازمی ہے، ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

لان الوقف يصح لمن يحب من الاغنياء بلا قصد القربة وهو وان كان لا بد فى آخره من القربة بشرط التابيد وهو بذلك كالفقراء و مصالح المسجد .(فتح القدير)

''قربت کے قصد کے بغیر وقف اَغنیاء کے حق میں بھی صحیح ہوتا ہے اگرچہ اغنیاء کے بعد اَبدیت کی شرط کے ساتھ قربت کے لیے مثلاً اِس کا فقراء کے لیے ہونا یا مصالح مسجد کے لیے ہونا ناگزیر ہے''۔

اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وقد یقال ان الوقف علی الغنی تصدق بالمنفعة لان الصدقة کماتکون علی الفقراء تکون علی الاغنیاء. وان کان التصدق علی الغنی مجازا عن الھبة عند بعضھم و صرح فی الذخیرة بان فی التصدق علی الغنی نوع قربة دون قربة الفقیر. (البحر الرائق ص 187 ج 5)

''کہا جاتا ہے کہ غنی پر وقف منفعت کا صدقہ ہوتا ہے کیونکہ صدقہ جیسے فقراء پر ہوتا ہے اِسی طرح اغنیاء پر بھی ہوتا ہے۔ اگر چہ بعض حضرات کے نزدیک غنی پر صدقہ کا مطلب ہبہ و ہدیہ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں تصریح ہے کہ غنی پر صدقہ بھی ایک نوع کی قربت اور نیکی ہے جو فقیر کے ساتھ نیکی سے کمتر درجہ کی ہوتی ہے''۔

ہم کہتے ہیں :

کہ غنی پر صدقہ والی بات اگر چہ فی نفسہ کمزور ہے لیکن اگر اِس کو تسلیم بھی کیا جائے تو اِس کا فائدہ فقط اِتنا ہوگا کہ وقف علی النفس یا وقف علی الاغنیاء کے وقف ہونے کی ایک توجیہ بن جائے گی لیکن اِس کے باوجود بالآخر اِس کا اَبدی طور پر فقراء پر یا مصالح مسجد پر وقف ہونا لازمی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ فقراء پر صدقہ قربت مقصودہ ہے جبکہ اَغنیاء پر صدقہ اگر قربت بھی ہو تو وہ اِس درجہ کی نہیں کہ اِس کو آخرت کے اعتبار سے مقصود کہا جاسکے بلکہ عام طور سے امیروں کو دینے کو نیکی سمجھا ہی نہیں جاتا سوائے اِس کے کہ ساتھ میں پائی جانے والی اچھی نیت نیکی اور ثواب کا باعث ہوتی ہے۔

اس پر کوئی کہے کہ صاحبِ ہدایہ نے تو اِس کو بھی قربت مقصودہ کہا ہے جبکہ وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں لکھتے ہیں :

ولان مقصوده القربة و فی الصرف الی نفسه ذلك قال علیه الصلاة والسلام نفقة الرجل علی نفسه صدقة .

''وجہ یہ ہے کہ واقف کا مقصود قربت و نیکی ہوتی ہے۔ اور اپنے اُوپر خرچ کرنا بھی نیکی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے اُوپر خرچ کرنا صدقہ ہے''۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ آدمی اپنے اُوپر ضروری خرچ کرتا ہے اور ثواب پاتا ہے لیکن فقط اپنے اُوپر خرچ کرنے کے لیے کوئی وقف نہیں کرتا اور نہ ہی اِس کا شرعی ثبوت ہے ورنہ تو بہت سے لوگ اپنی بہت سی چیزوں کو وقف قرار دے دیں۔ وقف میں شے اپنی ملک سے نکلتی ہے اور بالآخر فقراء میں یا وجوہِ خیر میں جاتی ہے اور اُنہی کے اعتبار سے وقف کیا جاتا ہے اور اِسی کی وجہ سے لوگوں کو وقف علی النفس کی ترغیب دی جاتی ہے کہ اپنا دُنیوی فائدہ بھی ہے اور بالآخر ثواب بھی ہے۔

قال الصدر الشهيد والفتوى على قول ابى يوسف و نحن ايضا نفتى بقوله ترغيبا للناس فى الوقف...... و فى الحاوى القدسى المختار للفتوى قول ابى يوسف ترغيبا للناس و تكثيرا للخير (البحر الرائق ص 220 ج 5)

''صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے اور ہم اِن ہی کے قول پر فتوی دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو وقف کرنے میں رغبت ہو...... حاوی قدسی میں ہے کہ فتوے کے لیے مختار قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تاکہ لوگوں کو وقف کرنے میں رغبت ہو اور خیر کی صورتیں زیادہ بنیں۔

اس سے واضح ہوا کہ وقف کرنے میں اصل مقصود فقراء یا دیگر وجوہِ خیر ہیں خود اپنی ذات یا اغنیاء اصل مقصود نہیں بلکہ وہ تو بطورِ وسیلہ ہیں۔

2- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو کہ غیر منقولہ جائیداد میں وقف علی النفس کے قائل ہیں منقولہ اشیاء میں سے گھوڑوں کو فی سبیل اللہ وقف کرنے کے بھی قائل ہیں لیکن اِس کے باوجود ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ثم اذا عرف جواز وقف الفرس والجمل فى سبيل الله فلو وقفه على ان يمسكه ما دام حيا ان امسكه للجهاد جاز له ذلك لانه لولم يشترط كان له ذلك لان لجاعلى فرس السبيل ان يجاهد عليه و ان اراد ان ينتفع به فى غير ذلك لم يكن له ذلك و صح جعله للسبيل يعنى يبطل الشرط و يصح وقفه . (فتح القدير ص 219 ج 6)

''پھر جب گھوڑے اور اُونٹ کو فی سبیل اللہ وقف کرنے کا جواز معلوم ہوا تو اگر کسی نے اِس شرط کے ساتھ گھوڑے کو وقف کیا کہ وہ اپنی زندگی بھر اِس کو اپنے پاس رکھے گا تو اِس میں دو صورتیں ہیں: (i) اگر اِس پر خود جہاد کرنے کے لیے اِس کو اپنے پاس رکھا تو یہ اِس کے لیے جائز ہے کیونکہ اگر وہ یہ شرط نہ بھی کرے تب بھی اِس کو حق حاصل ہے کہ خود اِس پر جہاد کرے۔ (ii) اور اگر وقف کرنے والے کی مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو اپنے دیگر ذاتی کاموں میں استعمال کرے گا تو یہ اُس کے لیے جائز نہیں ہے اور اُس کا وقف تو صحیح ہوگا لیکن شرط باطل اور کالعدم ہوگی۔

اِس جزئیہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ منقولہ اشیاء میں وقف اُسی وقت جائز ہوگا جب وہ وجوہِ خیر یا فقراء میں فوری اور نقد وقف ہو، وقف علی النفس کے بعد نہ ہو۔ اور اگر وقف علی النفس کیا ہو تو وقف تو ہو جائے گا لیکن علی النفس نہ ہوگا۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

سب سے بہتر کلمات چار ہیں :

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَی اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَایَضُرُّكَ بِاَیِّهِنَّ بَدَأْتَ . (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۰۰)

حضرت سمرۃ بن جندب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر کلمات چار ہیں (۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ (۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (۳) لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (۴) اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِن کلمات میں سے جس کلمہ سے بھی تم اِبتدا کرلو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ف : حدیثِ پاک میں جو فرمایا گیا کہ سب سے بہتر کلمات چار ہیں اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد اِنسان کے کلام میں یہ چار کلمات سب سے افضل ہیں اِس وضاحت کی ضرورت اِس لیے پڑی کہ اِن کلمات میں سے پہلے تین کلمے تو قرآنِ کریم میں ہیں چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر قرآنِ کریم میں نہیں ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو چیز قرآنِ کریم میں نہیں ہے وہ اِس سے افضل نہیں ہوسکتی جو قرآن میں ہے۔

دُوسری روایت کے آخر میں جو فرمایا گیا کہ ''اِن کلمات میں سے جس کلمہ سے بھی تم اِبتدا کرلو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا'' اِس سے مراد یہ ہے کہ اِن چاروں کلمات کو پڑھتے وقت حدیثِ پاک میں مذکور ترتیب ضروری نہیں ہے چاہے کوئی پہلے سبحان اللہ کہے اور چاہے کوئی پہلے الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم حدیثِ پاک میں مذکور ترتیب کے ساتھ پڑھنا اَولیٰ و بہتر ہے۔

چار اِنتہائی وزنی کلمات :

عَنْ جُوَیْرِیَّةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِیْنَ صَلَّی الصُّبْحَ وَهِیَ فِیْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰی وَهِیَ جَالِسَةٌ قَالَ مَازِلْتِ

عَلَی الْحَالِ الَّتِیْ فَارَقْتُکِ عَلَیْھَا، قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَکِ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْوُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْیَوْمِ لَوَزَنَتْھُنَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ. (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۰۰)

اُم المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت نمازِ فجر کے لیے اُن کے پاس سے نکلے اور وہ اپنے مُصلّٰے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب نبی علیہ السلام چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ بدستور اپنی جگہ یعنی مُصلّٰے پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر اُن سے فرمایا جس حالت میں میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا کیا تم مسلسل اِسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمات تین بار کہے ہیں وہ چار کلمات ایسے ہیں کہ اگر اُن کو اُس (ذکر) کے مقابلہ میں تولا جائے جس ذکر کے کرنے میں تم شروع دن سے اَب تک مشغول رہی ہو تو یقیناً یہ چار کلمات اِس پر بھاری رہیں گے (یعنی اِن چار کلموں کا ثواب اُس پورے وقت ذکرِ الٰہی میں تمہاری مشغولیت کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔ وہ چار کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ.

حضور علیہ السلام چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ. (مسند احمد، ابوداوٗد، ابنِ ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ یہ دُعاء مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَایَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ. اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا

ہوں ایسے علم سے جو نافع نہ ہو، اُس دل سے جو ڈرتا نہ ہو، اُس نفس سے جو سیر نہ ہوتا ہو اور اُس دُعاء سے جو قبول نہ ہوتی ہو۔

نکاح کرتے وقت عام طور پر چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۲۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : عورت سے نکاح چار چیزوں کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے : (۱) اُس کے مال و دولت کو (۲) اُس کے حسب و نسب کو (۳) اُس کے حسن و جمال کو (۴) اور اُس کے دیندار ہونے کو۔ (اے ابوہریرہ) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو تو دیندار عورت سے شادی کر کے کامیابی حاصل کر۔

ف : حدیثِ پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ عام طور پر لوگ کسی بھی عورت سے نکاح کرنے میں مذکورہ چار چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ کوئی شخص مال دار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کچھ لوگ اچھے حسب و نسب کی عورت یعنی اعلیٰ خاندان کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں، کچھ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین و جمیل عورت اُن کی بیوی بنے، کچھ اللہ کے نیک بندے دیندار عورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ نکاح کے لیے دیندار عورت ہی کا انتخاب کرے کہ اِسی میں اُس کی دُنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

حدیثِ پاک کے آخر میں جو فرمایا گیا کہ تَرِبَتْ یَدَاکَ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں اِس سے مراد بددُعاء نہیں ہے بلکہ عربوں کے محاورہ میں یہ جملہ پیار و محبت میں بولا جاتا ہے۔

شب براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے

حضورِ انور ﷺ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں تمہیں معلوم ہے شعبان کی اِس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ اُنہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اِس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اِس سال میں جتنے پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اِس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اِس رات میں لکھ لیے جاتے ہیں اور اِس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اِسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے''۔ (بیہقی)

(۱) اِس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔ (۲) اِس رات میں قبرستان جانا اور مُسلمانوں کے لیے ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔ (۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اِس شب میں صلٰوۃ التسبیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے، اس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں۔ عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں انہیں ''ایّامِ بِیض'' کہتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اِس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اِس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ چراغاں نہ کیا جائے، کیونکہ اوّل تو یہ شریعت سے ثابت نہیں، دُوسرے اِس میں اسراف ہے بہت سے لوگ اِس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہوجاتے ہیں شریعت سے اِس شب حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہوکر شوروغوغا کرتے ہیں اِس سے بچا جائے اِس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ دُوسرے کو پتہ نہ چلے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اِس شب میں اِس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (ماخوذ از فضیلت کی راتیں)

دینی مسائل

﴿ طلاق کا بیان ﴾

کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں؟ :

5 - غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق :

غصہ کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں :

(i) غصہ کے ابتدائی آثار ہوں۔ ہوش وحواس پورے طور پر قائم ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہو اُس کو وہ جانتا بھی ہو اور اپنے قصد و ارادہ سے کہتا ہو۔ اِس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے۔

(ii) غصہ اپنی اِنتہا کو پہنچ گیا ہو اور اِس کی وجہ سے آدمی بالکل دیوانہ بن گیا ہو۔ ہوش وحواس قائم نہ رہے ہوں اِس کو کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی کہنے میں اِس کا قصد و اِرادہ ہو۔ اِس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(iii) اِن دو درجوں کے درمیان کی ایسی حالت ہو کہ ہوش وحواس اور عقل میں خلل واقع ہو جائے اور وہ شخص اِتنا مغلوب ہو جائے کہ اکثر باتیں اور اَفعال خلافِ عادت اِس سے صادر ہونے لگیں اگرچہ اِتنا ہوش ہو کہ اِس کو پتا چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اِس حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جو شخص دہشت زدہ ہو اور اِس کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو تو اِس کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ آخری دو حالتوں میں معاملہ جب عدالت میں پہنچا دیا جائے تو شوہر کو اپنی یہ حالت ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ اگر بیوی کے سامنے طلاق دی تھی تو بیوی اِس کو طلاق ہی شمار کرے یہاں تک کہ شوہر عدالت میں اپنی حالت کو گواہوں کے ذریعے ثابت کردے اور عدالت طلاق کے واقع نہ ہونے کا حکم لگادے۔

6 - زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا :

اِس سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ اِس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اُس کی بیوی چھری لے کر اُس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا کہ تم مجھے تین طلاقیں دے دو

ورنہ میں تمہیں ذبح کردُوں گی۔ اُس شخص نے مجبور ہوکر اِس کو طلاق دے دی بعد میں اُس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو جا کر قصہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا طلاق واپس نہیں ہوسکتی۔(اعلاء السنن ص ۱۸۳ ج ۱۱)

اِسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ اَنَّہٗ اَجَازَ طَلَاقَ الْمُکْرَہِ انہوں نے مُکرہ یعنی جس پر زبردستی کی گئی ہو اُس کی طلاق کو صحیح قرار دیا۔(اعلاء السنن ص ۱۸۴ ج ۱۱)

تنبیہ : (i) اگر ڈرادھمکا کر اور زبردستی کر کے شوہر سے طلاق لکھوائی جائے یا طلاق نامہ لکھ کر اُس پر اِس سے زبردستی دستخط کرائے جائیں تو اِس سے طلاق نہیں پڑتی جبکہ شوہر نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے ہوں کیونکہ تحریر کو ضرورت کی وجہ سے قول کے قائم مقام بنایا جاتا ہے جبکہ یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ شوہر کی طلاق دینے کی مرضی نہیں ہے۔

(ii) اگر ڈرادھمکا کر شوہر سے طلاق دینے کی وکالت اور نمائندگی حاصل کر لی تو یہ وکالت دُرست ہے اور وکیل طلاق دیدے تو طلاق نافذ ہوگی۔

7- معتوہ : یعنی وہ شخص جو کم فہم ہو ملی جلی باتیں یعنی کچھ صحیح اور کچھ اُلٹی باتیں کرتا ہو اور کام صحیح تدبیر اور طریقے سے نہ کرتا ہو ایسے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔(جاری ہے)

✿ ✿ ✿

وفیات

گذشتہ ماہ الحمد کالونی لاہور کے قاری نزیر احمد صاحب کے بہنوئی طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

۲۹ /جولائی کو فرحان و حامد برادران کے والد صاحب طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

گذشتہ ماہ محمد عباس صاحب کے والد صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ جامعہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب : صراط مستقیم

مرتب : مولانا محمد اسحاق ملتانی

صفحات : ۴۴۸

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : اِدارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ کے مدیر حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب زید مجدہم اکابر علماء دیوبند کی تحریرات میں سے چیدہ چیدہ مضامین منتخب فرما کر مختلف موضوعات پر بہت ہی عمدہ کتب مدون و مرتب کر کے شائع کرتے رہتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''صراط مستقیم'' بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

مولانا موصوف نے اس کتاب میں حضرت تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ، حضرت قاری محمد طیب ؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ اور ان کے علاوہ بہت سے دیگر علماء کی تحریرات کو اکٹھا کیا ہے، اِن اکابر نے اپنی اپنی تحریرات میں نہایت ناصحانہ اور مخلصانہ اَنداز میں ''صراط مستقیم'' کا تعین فرمایا ہے۔

اِن ایمان افروز تحریرات کے مطالعہ کے بعد ایک منصف مزاج انسان کو حق شناسی میں کوئی اِشتباہ نہیں رہتا۔ ماننا نہ ماننا یہ توفیقِ خداوندی پر موقوف ہے، اگر اُدھر سے ہدایت کا فیصلہ ہو جائے تو معمولی بات بھی باعث ِ ہدایت بن سکتی ہے، ورنہ دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

اِس دورِ پُر فتن میں راہِ حق اور صراطِ مستقیم کے مخلص متلاشی حضرات کے لیے یہ کتاب نہایت ہی گراں قدر تحفہ ہے۔ اِن حضرات کو اِس سے ضرور اِستفادہ کرنا چاہیے۔ کتاب معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے، عمدہ کتابت بہترین کاغذ اور خوبصورت گرد پوش کے ساتھ یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

✡

نام کتاب : ماہنامہ نورٌ علی نورٍ (دورۂ تفسیر قرآن کریم نمبر)

رئیس التحریر : مولانا عبدالرشید انصاری

صفحات : ۷۳۶

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : مولانا عبدالرشید انصاری، حضرت علیؓ روڈ امین ٹاؤن فیصل آباد

قیمت : ۴۰۰/

زیر تبصرہ کتاب کراچی کے ماہنامہ ''نورٌ علی نور'' کا دورۂ تفسیر قرآنِ کریم نمبر ہے۔ رسالہ ''نورٌ علی نور'' مولانا عبدالرشید انصاری صاحب کی زیر اِدارت شائع ہوتا ہے۔ مولانا موصوف نے بہت سے عنوانات پر رسالہ کے نمبرز شائع کیے ہیں۔ پیش ِنظر کتاب بھی اِسی سلسلہ کا تسلسل ہے۔ اِس ضخیم نمبر میں مولانا نے قرآنِ کریم سے متعلق اَکابر علماء کرام کے مختلف مضامین جمع فرمائے ہیں جو اپنی اِفادیت کے لحاظ سے بہت اہم مضامین ہیں، اِن کے مطالعہ سے قرآنِ کریم کی صداقت وحقانیت اور اِس کی عظمت و بزرگی پر ایمان ویقین میں اِضافہ ہوتا ہے۔ کتاب کی کتابت وطباعت بھی بہت عمدہ ہے۔ قرآنِ کریم کے درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے خصوصًا اور دیگر حضرات کے لیے عمومًا یہ ایک عمدہ کاوِش ہے۔

✡ ✡ ✡

اخبار الجامعہ

﴿ محمد عامر اخلاق ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

۱۳؍رجب المرجب مطابق ۱۷؍جولائی کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم نے جامعہ مدنیہ جدید میں مجوزہ پچیس ہزار گیلن پر مشتمل پانی کی ٹنکی کا سنگِ بنیاد رکھا، اللہ تعالیٰ آسان فرما کر قبول فرمائے اور اِس کارِ خیر میں حصہ لینے والے بندگانِ خدا کو اجرِ عظیم عطا فرما کر صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

۱۷؍جولائی کو لال مسجد علماء ایکشن کمیٹی کے وفد کی جامعہ مدنیہ جدید میں آمد ہوئی اور ۱۰؍اگست کو لاہور میں ''تحفظِ مدارس'' کے سلسلہ میں ہونے والے جلسۂ عام کے بارے میں حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے مشاورت ہوئی۔ وفد کے ممبران میں حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب (راولپنڈی) ، حضرت مولانا ظہور صاحب علوی (اسلام آباد)، مولانا سعید صاحب (اسلام آباد) اور مولانا نذیر احمد صاحب فاروقی (اسلام آباد) و دیگر حضرات تھے۔

۱۷؍جولائی کو شیخ الحدیث حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم اپنے رُفقاء مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالباسط صاحب، محمد فرحان صاحب اور راقم الحروف کے ہمراہ جامعہ عثمانیہ للبنات بھچر ضلع قصور کے مہتمم قاری جمال الدین صاحب کی دعوت پر ختمِ بخاری شریف کی تقریب کے سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ للبنات تشریف لے گئے۔ حضرت نے بخاری شریف کی آخری حدیث شریف پڑھائی اور بیان فرمایا، بیان کے بعد قاری جمال الدین صاحب کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔ بعد اَزاں کھانا تناول فرمایا۔ اس موقع پر مولانا عبدالغنی صاحب صدرِ جمعیت ضلع قصور سے ملاقات فرمائی، کچھ دیر گفت وشنید کے بعد قاری جمال الدین صاحب سے اجازت لی اور دو پہر دو بجے واپس جامعہ مدنیہ جدید تشریف لے آئے۔

۱۶؍رجب المرجب مطابق ۲۰؍جولائی بروز اتوار بعد نمازِ عصر جامعہ مدنیہ جدید میں ختمِ بخاری شریف کے موقع پر ایک پُر وقار تقریب کا اِنعقاد ہوا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر مختصر بیان فرمایا اور دُعاء فرمائی۔

۲۳ ؍ جولائی کو شیخ الحدیث حضرتِ اقدس حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام ضلع جہلم کے مہتمم مولانا خبیب احمد صاحب مدظلہم کی دعوت پر ختمِ بخاری شریف کی تقریب کے لیے تشریف لے گئے ۔ بعد اَز نمازِ عصر جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم پہنچے جہاں مولانا قاری خبیب احمد عمر صاحب، اُن کے بیٹے مولانا محمد ابوبکر صدیق اور دیگر حضرات استقبال کے لیے موجود تھے ۔ بعد اَز نمازِ مغرب حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے جامعہ حنفیہ کے دَورۂ حدیث شریف کے طلباء کرام کو بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور بیان فرمایا ۔ رات نو بجے قاری خبیب احمد صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا، کھانے کے بعد لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور رات دو بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی، والحمد للہ ۔ اسی سفر میں جاتے ہوئے حضرتِ اقدس مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم کی تیمارداری کے لیے اُن کی قیام گاہ گکھڑ منڈی تشریف لے گئے اور اُن کی خدمت میں دُعا کی درخواست کے ساتھ واپسی کی اجازت حاصل کی ۔ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اللہ تعالیٰ اُن کی عمر میں برکت فرمائے اور اُن کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے، آمین ۔

۲۵ ؍ جولائی کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ردّ قادیانیت کورس کی اِختتامی تقریب کے موقع پر سرگودھا کے شبانِ ختمِ نبوت کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمد صاحب کی دعوت پر مدرسہ سراج العلوم کی جامع مسجد سراج المساجد میں نمازِ جمعہ کے لیے سرگودھا تشریف لے گئے ۔ اِس سفر میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب شاہ عالم مظفر گڑھی بھی ہمراہ تھے ۔ نمازِ جمعہ کے بعد جناب محمد اسلم صاحب ک کچھیلا کے گھر دوپہر کے کھانے کے لیے تشریف لے گئے، اِس موقع پر حضرت مولانا نور محمد صاحب، مولانا محمد اشرف صاحب اور جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت مولانا اکرم صاحب طوفانی اور دیگر حضرات سے بھی ملاقات ہوئی، بعد اَزاں لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور بعد اَز نمازِ مغرب گھر واپسی ہوئی، والحمد للہ ۔

۲۶ ؍ جولائی کو شیخ الحدیث حضرتِ اقدس حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم جامعہ فرقانیہ للبنات مزنگ کے مہتمم مولانا عبدالوحید صاحب کی دعوت پر ختمِ بخاری شریف کی تقریب کے لیے تشریف لے گئے ۔ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھا کر مختصر بیان فرمایا اور دُعاء فرمائی ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333 V فون نمبر : 6152120 - 042

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)